امام الانبیاء ﷺ کے فضائل و خصائل اور عید میلاد پر
ہونے والے اعتراضات کے مدلل جوابات پر مشتمل انوکھی کاوش

برکاتِ میلادُ النبی ﷺ



مفتی محمد تصدق حسین

زاویہ پبلشرز
C-8 داتا دربار مارکیٹ، لاہور

آئینہ ترتیب

انتساب

تاجدارِ اہل ایمان مقتدائے اہل احسان بحر محبت کے غریق

خُسر رسول داماد بتول امیر المومنین

ابوحفص سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کی بارگاہ میں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد گرامی ہے

میں خاتم النبیین ہوں اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے

محمد تصدق حسین رضوی

اھداء

جگر گوشہ رسول   ریحان دل مرتضیٰ   قرۃ العین زہرا

سردار امت   سبط رسول   امیر المومنین

حضرت **امام حسن مجتبیٰ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی بارگاہ میں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے فرمایا:

میرا بیٹا جنتی نوجوانوں کا سردار ہے

محمد تصدق حسین رضوی

برکات قلم

ادیب، شہیر، استاذ العلماء، حضرت علامہ الحاج **محمد منشاء تابش قصوری**

دامت برکاتہم العالیۃ

قلم کی برکات پر قرآن وسنت ناطق ہیں۔ نبی اکرم، محسن اعظم، معلم انسانیت، جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں اپنے اخلاق کریمہ، کمالات جلیلہ سے اصلاح و فلاح کو بروئے عمل لاتے رہے، وہاں آپ نے مکتوبات گرانمایہ سے بھی شاہان وقت، امراء و رؤساء کو دعوت اسلام دی گویا کہ آپ نے قلمی تبلیغ کی بھی بنیاد رکھی۔ پھر قلم نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ صدیاں گزرتی گئیں مگر قلمی محاذ میں کمزوری دیکھنے تک نہ آئی۔ کتب تفاسیر واحادیث، فقہ اور بے شمار علوم وفنون قلم کی برکات پر شاہد عادل ہیں قلم نے نہ صرف مسلمین کو فیوض و برکات سے بہرہ مند کیا بلکہ غیر مسلم بھی قلم کے ممنون احسان ہوئے، اس سائنسی دور میں بھی قلم کی اہمیت کم نہیں ہوئی بلکہ جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جائے گا قلم کی رفتار ویسے ویسے بڑھتی جائے گی۔ قرطاس ابیض پر جو بھی نقش ابھریں گے اسے قلم کا ہی وسیلہ قرار دیا جائے گا۔ دین اسلام اور مذہب حق اہلسنت و جماعت کے دفاع میں اکابر ملت کے قلم سے بکثرت کارنامے ظہور پذیر ہوئے اور ہوتے آرہے ہیں پس انہیں کے تتبع میں عزیز القدر حضرت علامہ مولانا محمد تصدق حسین زید مجدہ الکریم نے بھی قلم سے اپنی وابستگی کو مضبوط کرنے کے لئے تصنیف و تالیف کی راہ اپنائی۔ لہٰذا موصوف کے مختصر تعارف کے لئے چند سطور قارئین کرام کی نذر کی جارہی ہیں۔

خاندانی پس منظر:

علامہ محمد تصدق حسین کا آبائی تعلق مردم خیز قصبہ سلیمان آباد ضلع اٹک سے ہے۔سلیمان آباد کی وجۂ تسمیہ کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ شیخ المشائخ خواجہ امیر احمد بسالوی رحمۃ اللہ علیہ جو اس جگہ قیام رکھتے تھے انہوں نے اپنے شیخ کامل کی محبت ومودت کو دوام بخشنے کے لئے اس قصبہ کو شیخ الاولیاء حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب وموسوم کیا،مولانا محمد تصدق حسین اعوان کا آبائی پیشہ کھیتی باڑی رہا مگر آپ کے والد ماجد بہرام خان ولد نور محمد صاحب فوجی ملازمت سے وابستہ رہے مگر آپ کے دو چچا اور چار ماموں عالم دین ہیں جن کی وجہ سے آپ کے والد ماجد نے اپنے بیٹوں کو علوم دینیہ سے سرفراز کرنے کی طرح ڈالی اور الحمد للہ علی منہ و کرمہ تعالیٰ دونوں بھائی ملت اسلامیہ کی نامور اسلامی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان کے ممتاز فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔

ولادت باسعادت:

علامہ محمد تصدق حسین اعوان سلمہ اللہ تعالیٰ، 3فروری 1978ء ۲۱ربیع الاول ۱۳۹۸ھ بروز جمعرات بوقت صبح سلیمان آباد میں متولد ہوئے۔

دینی تعلیم:

جب سن شعور کو پہنچے تو اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے ماموں مولانا حافظ محمد صدیق سے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔بعدہ جب حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہوئے تو صرف چھ ماہ کی مختصر مدت میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی۔قاری محمد اکرم لاہور اور مولانا قاری غلام احمد جو خانقاہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف کے کامیاب مدرس ہیں ان سے حفظ قرآن کی دولت عظمیٰ سے فیض یاب ہوئے۔علوم وفنون دینیہ کی تعلیم ابتداء سے

انتہاء تک مرکزی دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ سے حاصل کی اور مولانا کو سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

عصری تعلیم:

عصری تعلیم کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہا، میٹرک کا امتحان گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول اٹک سے پاس کیا اور فاضل عربی لاہور بورڈ کا مرہون منت ہے۔

عملی زندگی:

انسان جب تعلیم و تربیت کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے تو اسی وقت ہی اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے لائحہ عمل پر غور وخوض شروع کر دیتا ہے۔علامہ محمد تصدق حسین صاحب کا تعلق ایک مذہبی خانوادے سے ہے۔بناء علیہ موصوف نے اپنی زندگی کو دین حنیف کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔

ایک اچھے عالم کے اوصاف میں تین صفتوں کا ہونا ضروری ہے، مدرس ہو، مقرر ہو، مصنف ہو، بعض علماء میں کوئی ایک آدھ صفت پائی جاتی ہے مگر خوش بخت ہیں وہ علماء حق جو جملہ اوصاف علمیہ، عملیہ سے موصوف ہیں۔اگر اس کسوٹی پر مولانا موصوف کو پرکھا جائے تو یہ تینوں صفات کا مرقع نظر آتے ہیں۔آپ بیک وقت مسند تدریس کی شان بھی ہیں اور محراب ومنبر کی زینت بھی اور ساتھ ساتھ قلمی آبیاری بھی فرما رہے ہیں۔آپ کی متعدد نہایت علمی وتحقیقی کتابیں منصہ شہود پر آ کر قبولیت کا ثمرہ پا چکی ہیں۔

اساتذہ کرام:

* سید العلماء مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی۔
* زبدۃ العلماء شرف ملت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری۔

- فخر الاماثل حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی۔
- ادیب شہیر حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری۔
- استاذ العلماء حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی۔
- بطل حریت حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی۔
- عالم نبیل حضرت علامہ فضل حنان سعیدی۔
- مناظر اسلام حضرت علامہ عبد التواب صدیقی۔
- فاضل جلیل حضرت علامہ محمد صدیق نظامی۔

بیعت وارادت:

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے عظیم روحانی پیشوا پیر طریقت حضرت پیرزادہ علی محمد معینی چشتی صابری سے بیعت کا شرف حاصل کیا، اجازت قرآن اور سلاسل اربعہ میں خلافت واجازت کی نعمت عظمیٰ سے شادکام ہوئے اور دربار عالیہ قادریہ فاضلیہ کے سجادہ نشین مرشد الوقت حضرت پیر سید ثاقب محی الدین الگیلانی القادری نے بھی مولانا کو اجازت و خلافت سے نوازا۔

سعادت عمرہ شریف:

عزیزم مولانا محمد تصدق حسین تین بار بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ عمرہ کی نعمت سے باریاب ہو چکے ہیں۔

ازدواجی زندگی:

علامہ محمد تصدق حسین کی شادی 2008ء میں پیر طریقت حضرت پیر سید سلطان علی شاہ گیلانی کی صاجزادی سے ہوئی۔آپ کی اولاد میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا محمد بلال حسن ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں برکت وسلامتی، علم دین اور حضور امام الانبیاء ﷺ کی محبت عطا

فرمائے اور سیدالعالمین ﷺ کی خدمت وغلامی میں قبول فرمائے۔آمین

فتویٰ نویسی ومناظرہ:

موصوف نے حضرت شیخ الحدیث علامہ الحاج حافظ محمد عبدالستار سعیدی مدظلہ العالی سے فتویٰ نویسی اور مناظر اسلام علامہ عبدالتواب صدیقی سے مناظرہ کی مشق کی۔علاوہ ازیں امام انقلاب حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی کی جدوجہد سے متاثر ہو کر جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ سیاسی وابستگی قائم کی اور اب جمعیت کے مرکزی ناظم تعلیم وتربیت کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی مساعی علم وقلم کو قبولیت کی نعمت سے نوازے اور تاحیات سلسلہ خدمت دین متین جاری رکھیں۔

آمین بجاہ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارك وسلم

محمد منشاء تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

شعبان المعظم 1433ھ

قطعہ تاریخ اشاعت پنجم

ازقلم: شاعرابن شاعرصاجنرادہ **محمد نجم الامین** عروس فاروقی

ہے باعثِ تسکین یہ تصنیف تصدق
کرتی ہے عطاقلبِ پریشان کو فرحت
اس کاوش وکوشش سے ہوا ظاہرو باہر
میلاد نبی پاک کا ہے موجب برکت
بولیں گے۔بہت عمدہ، بہت اعلیٰ، بہت خوب
خوب اس کو سراہیں گے عروس اہل عقیدت
بتلاؤ اُسے ''گوہر تحقیق تصدق''

1443ھ

مطلوب ہے جس شخص کو تاریخ طباعت
''خم خانۂ میلادِ نبی'' سے بھی عیاں ہے

1443ھ

تالیفِ تصدق کا سن نشرو اشاعت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نشانِ منزل

فاضل شہیر علامہ محمد منشاء تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر نہ جانے کتنی کتابیں لکھی گئیں، کتنے اخبار و رسائل شائع ہوئے، کتنے دفاتر پر لوح قلم کی تصویریں نقش ہوئیں، کتنے انبیاء نے آپ کی آمد کی بشارتیں دیں اور کتنے انسان انتظار کرتے کرتے پردۂ عدم میں چلے گئے، کتنے عشاق گرد راہ کو ترستے رہے، اور کتنے خوش بخت اس محبوب حقیقی کے جمال جہاں آرا کی زیارت سے اپنے قلب و نظر کو گرماتے رہے، خالق کائنات نے آپ ہی کو اپنی ربوبیت کے اظہار کا سبب ٹھہرایا، آپ ہی اس عالم بود و باش کی علت غائی ہوئے۔

سبب ہر سبب منتہائے طلب
علت جملہ علت پہ لاکھوں سلام

اہل عشق و محبت کا تو یہ فیصلہ ہے کہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے مؤکد، موثق، مستند اور جامع اجمالی تذکرہ قرآن کریم ہی ہے جس میں نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ سیرت و صورت کے تمام محاسن و محامد موجود ہوتے ہیں حقیقتاً قرآن ہی آپ کی ذات ستودہ صفات کا ترجمان ہے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسا موضوع ہے جس پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے باوجودیکہ آپ کی ذات اقدس و اکمل، احسن و اجمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی صاحب قلم کی محتاج نہیں، کسی مدح خواں کی طالب نہیں، کسی خطیب و ادیب، مقرر و واعظ کی منتظر نہیں، ہر چیز آپ ہی کی محتاج ہے، پھر یہ سلسلہ تصنیف و تالیف

کیوں؟ پہلی بات تو جواباً یہ کہی جاسکتی ہے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت کے لیے انسان خصوصاً مسلمان مکلف ہیں، لہٰذا عالم آخرت میں کامیابی و کامرانی اور میدانِ حشر میں خدا اور رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہم پر یہ عبادت فرض عین کی حیثیت رکھتی ہے اور دوسری بات آج سے صدیوں پہلے شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہہ کر ہماری مشکل کشائی فرمادی کہ:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ

لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ

میرے اشعار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی تعریف نہ کی

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے میرے اشعار کی تعریف ہوئی

منجملہ مقاصد حسنہ ایک مقصد یہ بھی مؤلفین و مصنفین کے پیش نظر ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح حضوری کی سعادت نصیب ہو۔ اسی مقصد وحید کے پیش نظر عزیز القدر مولانا محمد تصدق حسین زید مجدہ، فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے برکاتِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایمان افروز نام سے یہ مختصر مگر جامع کتاب قلمبند فرمائی ہے۔ جو اہل محبت و عشق کے لیے نعمت عظمیٰ سے کم نہیں اور مخالفین بنظر انصاف استفادہ کریں تو اُن پر حقانیت روز روشن کی طرح عیاں ہوگی۔ رہا معاملہ قبولیت حق تو یہ اُن کے مقدر کی بات ہوگی۔ مولانا موصوف کے ایک عرصہ سے رسائل و جرائد میں مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں علم و قلم کی مزید جولانیاں عطا فرمائے اور برکاتِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ثمرات سے ہمیشہ ہمیشہ بہرہ مند رکھے۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

یکم ذوالحجۃ المبارکہ 1424ھ

باب اول:

حضور سید العالمین ﷺ کی کائناتِ عالم میں جلوہ گری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ وَ عَلَّمَہُ الۡبَیَان

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاِنۡسِ وَالۡجَانّ

وَ عَلٰی اٰلِہِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَاَصۡحَابِہِ الۡکِرَامِ اَمَّا بَعۡد

تمام خوبیاں اور تعریفیں ارض وسماء کے مالک، قادر مطلق، کائنات عالم کے پروردگار، حی و قیوم، سمیع و بصیر رب العالمین کے لیے جس نے کائنات کو رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، صاحب شفاعت کبریٰ، مالک حوض کوثر، مختار کل، خاتم الانبیاء، فخر بنی آدم، شفیع معظم، نور مجسم، غریبوں و بے نواؤں کے ملجا و ماویٰ، خلاصہ کائنات، مقصود کائنات، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مکرم میلاد سے عزت بخشی۔ ان کے میلاد وظہور قدسی سے ساری کائنات منور و مسرور ہوگئی اور ان کی ولادت باسعادت سے تمام جہانوں پر ہدایت و معرفت کے آفتاب طلوع ہو گئے۔ عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذات پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقتِ محمدی ہے، اس دار و دنیا میں رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا ولادتِ محمدی ہے اور چالیس سال کی عمر مبارک میں اعلان نبوت فرمانا بعثت محمدی کہلاتا ہے۔

خلقتِ محمدی:

بیشک ذات الٰہی تھی اور کوئی چیز اس کے سوا موجود نہ تھی، کوئی بھی اس کے دائرہ شہود میں شریک نہ تھا اس کی حکمت کاملہ نے تقاضا کیا اور اس کی مشیت خاص اس امر کی طرف متوجہ ہوئی کہ کائنات کو تخلیق کیا جائے اور انہیں اس ذات اور اس ذات کی صفات یعنی عظمت و کمال اور رفعت شان سے متعارف کروایا جائے تو اس نے بارگاہ اَحدیت کے انوار صمدیت سے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے عالم بالا و پست اپنے علم و

ارادہ کے مطابق اپنے امرِ کُن سے پیدا فرمائے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو خوشخبری سنائی اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی وہ صورت تھی جو حدیث میں مذکور ہے۔ یعنی روح و جسم کے درمیان پھر حضور نبی کریم ﷺ کے نور سے ارواح کے چشمے پھوٹ پڑے اور ملاء اعلیٰ میں ظاہر ہوئے۔ یہ منظر بہت خوشگوار تھا، حضور نبی کریم ﷺ تمام اجناس سے گراں ترین جنس ہیں، تمام موجدات و مخلوقات کی اصل ہیں۔ جب زمانہ آپ ﷺ کے حق میں اسم باطن کے سبب اس انتہا کو پہنچ گیا کہ آپ ﷺ کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ جڑ جائے تو زمانے کا حکم آپ کے اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوا تو محمد ﷺ ظاہر ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ راز کا خزانہ اور نفوذ امر کا مقام ہیں، ہر حکم آپ کی طرف سے نافذ ہوتا ہے اور ہر خیر آپ ﷺ کی طرف سے منتقل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (سورہ الانبیاء 107)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضور سید عالم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں لہٰذا عموم رحمت رسالت کے عموم کے عین مطابق ہو گا یعنی حضور نبی کریم ﷺ جس کے لیے رسول ہوں گے اس کے لیے رحمت قرار پائیں گے تو ثابت ہوا جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت عالمین کے لیے عام ہے اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لیے عام ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مرتبہ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات کے ہے اور حضور ﷺ اصل ایجاد ہیں۔ حضور ﷺ کے بغیر کوئی فرد ممکن نہیں ہوسکتا۔ وجود نعمت ہے اور عدم اس کی ضد۔ کل موجودات نعمت وجود میں حضور کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں۔ ظاہر ہے جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور واسطہ ہو وہ یقیناً اس کے لیے رحمت ہے۔ رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت

ہو وہ محتاج سے پہلی ہوتی ہے چونکہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور کے محتاج ہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود سب سے پہلے ضروری ہوگا۔جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین کے وجود کا سبب اوران کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں تو اس وجہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالمین سے پہلے موجود مخلوق ہونا ضروری ہے کیونکہ واسطہ اور سبب ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ ذات پاک محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔

حضرت امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے خبر دیں کہ تمام چیزوں میں سب سے پہلے کونسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔پھر یہ نور اللہ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا' نہ جنت تھی نہ دوزخ' نہ فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان۔جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کردیا۔پہلے حصے سے قلم بنایا' دوسرے سے لوح' اور تیسرے سے عرش' چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے' دوسرے سے کرسی اور تیسرے حصے سے باقی فرشتے' چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔پہلے سے آسمان بنائے' دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت و دوزخ ۔چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔پہلے حصے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا' دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا جو معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کا نورانس پیدا کیا وہ توحید ہے جس کا خلاصہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ...... الخ ۔

امام عبدالرزاق کی روایت کردہ اس حدیث مبارک کو امام قسطلانی، امام زرقانی، امام حجر مکی، علامہ فارسی، علامہ دیار بکری، امام عبدالغنی، نابلسی، امام بیہقی، ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر ائمہ ومحدثین نے نقل فرمایا، اس پر اعتماد کیا اور اس سے مسائل کا استنباط واستشہاد کیا۔

ایک وہم کا ازالہ:

اس حدیث پاک کے یہ معنی ہرگز نہیں العیاذ باللہ کہ حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا اور اسی طرح باقی مخلوق نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا ٹکڑا یا حصہ ہے ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ذاتی تجلی فرمائی جو حسن الوہیت کا ظہور اول تھی، یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے جس کا سمجھنا ہمارے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن وحدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا ہے۔ البتہ ایک نکتہ کے طور پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہوجاتا ہے، لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور سے ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور آئینہ ذات احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نور محمدی کو نور خداوندی سے قرار دینا صحیح ہوا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی۔ شیشہ سورج سے روشن ہوا اور اس ایک شیشے سے تمام شیشے منور ہوگئے نہ پہلے شیشے نے آفتاب کے نور کو کم کیا اور نہ دوسرے شیشوں نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ فیضان وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور کو پہنچا اور حضور کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا۔

نورِ محمدی کی چمک پیشانی آدم علیہ السلام میں:

روایات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت میں نورِ محمدی رکھا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے چمکتا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کو مملکت کے تخت پر بلند کیا اور فرشتوں سے اسے اٹھوایا اور آسمانوں میں اس کے طواف کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کے ملکوں کے عجائب نظر آئیں۔

امام جعفر بن محمد نے کہا وہ نور آدم علیہ السلام کے سر میں ایک سال رہا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام مخلوق کے نام سکھائے' پھر فرشتوں کو ان کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ جو تعظیم اور سلامی کا سجدہ تھا نہ کہ سجدہ عبادت' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ حقیقت میں مسجود لہ اللہ تعالیٰ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ جیسی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے تمام آباؤ اجداد سفاح سے پاک ہیں اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف صاف ستھرا اور مہذب بنا کر منتقل کرتا رہا جب بھی دو گروہ ہوئے تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اس میں سے بہتر گروہ میں رکھا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مبارک نسب:

عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال بعثت من خير قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتى كنت من القرن الذی كنت منه۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میری پیدائش بنی آدم کے بہترین زمانہ میں ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر وقتاً

فوقتاً زمانہ بدلتا رہا۔ یہاں تک میں افضل ترین زمانہ میں پیدا ہوا۔

عن واثلة ابن الاسقع يقول: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول ان الله عزوجل اصطفى كنانة من ولد اسماعيل علیہ السلام واصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفانى من بنى هاشم۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت واثلہ بن اسقع بیان فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور کنانہ میں سے قریش کو چنا۔ قریش سے بنی ہاشم کو پسند فرمایا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

امام الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرہ مبارک اس طرح ہے۔

مقصود کائنات ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

اس سے آگے نسب شریف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں لہٰذا علماء امت نے ان میں غور وخوض سے منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

اَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ اِذَا بَلَغَ فِى النَّسَبِ اِلٰى عَدْنَانَ اَمْسَكَ وَ قَالَ كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ قَالَ تَعَالٰى وَ قُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنا نسب شریف بیان فرماتے تو ''عدنان'' تک بیان فرما کر خاموش ہو جاتے اور فرماتے نسب بیان کرنے والے جھوٹ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس کے درمیان بہت قرن صدیاں ہیں۔

عدنان: یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا۔عدنان عدن سے مشتق ہے جس کا معنی ہے قائم اور باقی رہنا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کر دیئے تھے اس لیے یہ عدنان کے لقب سے مشہور ہوئے۔

معد: یہ عدنان کے صاجزادے ہیں جب بخت نصر نے اہل عرب پر یلغار کی تو اللہ تعالیٰ نے دو نبیوں ''ارسیاہ اور بلخنیا'' کو بذریعہ وحی معد کو وہاں سے نکالنے کا حکم دیا کیونکہ ان کی پشت مبارک میں نبی کریم ﷺ کا نور تھا۔

نزار: یہ معد کے بیٹے تھے جب یہ پیدا ہوئے تو ان کی آنکھوں کے درمیان نور محمدی چمک رہا تھا اس پر ان کے والد بہت خوش ہوئے اور ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا اور کہا یہ اس بچے کی ولادت کی خوشی میں بہت کم ہے۔ یہ بہت دانا تھے عقل وفہم میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔

مضر: یہ بہت خوبصورت تھے جو شخص انہیں دیکھتا ان پر فریفتہ ہو جاتا کیونکہ ان کے چہرے پر بھی نور مصطفوی کے جلوے ضوفشاں تھے۔خوبصورتی کے ساتھ یہ بہت خوش آواز بھی تھے۔اہل عرب میں حدی کا آغاز انہوں نے ہی کیا۔

الیاس: یہ قبائل عرب کے سردار تھے۔اہل عرب انہیں ''سید العشیرہ'' کے لقب سے یاد کرتے سب سے پہلے قربانی کا جانور بیت اللہ شریف لے کر جانے والے یہی ہیں۔منقول ہے کہ یہ اپنی پشت میں حج کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کی تلبیہ کی آواز سنا کرتے تھے۔

مدرکہ: ان کا نام عامر یا عمرو تھا مدرکہ کے معنی ہیں پانے والے۔ایک دن یہ خرگوش کے پیچھے بھاگے اور اسے پکڑ لیا اس پر آپ کے والد نے ان کا لقب مدرکہ رکھ دیا اور آپ اسی لقب سے مشہور ہو گئے اور بعض کے نزدیک یہ عزت وشرف کو پانے والے تھے اس لیے مدرکہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

کنانہ: اس کا معنی ہے ترکش۔ جس طرح ترکش اپنے اندر تیروں کو چھپا لیتا ہے اسی طرح انہوں نے بھی اپنی قوم کو اپنے جود و کرم کے دامن میں چھپا لیا تھا اس لیے ان کا یہ نام مشہور ہوا۔ ان کی کنیت ''ابو النضر'' تھی۔

نضر: ان کا نام قیس تھا۔ اپنے چہرے کی دمک اور حسن و جمال کی وجہ سے نضر مشہور ہو گئے۔

فہر: ان کا لقب قریش ہے اور قریش کی نسبت انہیں کی جانب کرتے ہیں۔ چنانچہ جو فہر کی نسل سے نہیں ہوتا اسے قریشی نہیں کنانی کہتے ہیں۔ قریش کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ تقریش کا معنی تفتیش کرنا ہے یہ موسم حج میں لوگوں کے احوال کی تفتیش کر کے فقراء مساکین کی امداد کرتے اس وجہ سے انہیں قریش کہا جاتا۔

مرہ بن کعب: یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یوم عروبہ کا نام جمعہ مقرر کیا۔ یہ جمعہ کے دن کا نام تھا۔ یہ اس دن قریش کو جمع کرتے اور انہیں خطبہ دیتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے اور بتاتے وہ میری نسل سے ہوں گے۔ یہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے اور ان پر ایمان لانے کی تلقین کرتے۔

قصی: اس کے معنی بعید کے ہیں، اس نام کی وجہ یہ ہے کہ ان کی والدہ ''فاطمہ'' جب حاملہ ہوئیں تو وہ اپنے قبیلہ سے دور بلاد قضاعہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ دارالندوہ قصی نے ہی تعمیر کروایا تھا۔ جب قریش کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو وہ سب اس گھر میں جمع ہو کر مشورہ کرتے۔ ان کا نام زید تھا۔

حضرت ہاشم: یہ حضرت عبدالمطلب کے والد گرامی ہیں۔ ان کا اصل نام عمرو ہے، ہاشم آپ کا لقب ہے، آپ کی نسبت سے ہی آپ کے خاندان کو ہاشمی کہا جاتا ہے اور اسی نسبت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول ہاشمی کے مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ہشم کے لغوی معنی ہیں کسی شے کو توڑنا، روٹی کے ٹکڑے کرنا، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ قحط سالی کے زمانہ میں اہل مکہ شدید مشکلات کا شکار ہو گئے اور کھانے

پینے کی اشیاء ختم ہو گئیں' حضرت ہاشم مکہ سے شام تشریف لے گئے اور وہاں سے کثیر اناج خرید کر لائے' پھر اونٹ ذبح کر کے اس کے شوربے میں روٹیاں توڑ توڑ کر ڈالیں اور ثرید بنا کر اہل مکہ کی دعوت کی' سب نے خوب سیر ہو کر کھایا' اسی بنا پر آپ "ہاشم" کے لقب سے معروف ہو گئے۔ غریب پروری' سخاوت' مہمان نوازی اور یتیموں سے حسن سلوک آپ کی نمایاں صفات تھیں' آپ بہت خوبصورت اور صاحب جاہ و جلال تھے علو مرتبت کے لحاظ سے آپ کو "عمرو العلی" بھی کہا جاتا ہے' آپ نے اہل مکہ کی اجتماعی اصلاح اس طرح فرمائی کہ متنفر دلوں کو جوڑ کر ان کے درمیان رشتہ اخوت و محبت قائم کیا۔ آپ کی شادی بنو نجار کے سردار عمرو بن زید بن لبید کی صاحبزادی سے ہوئی۔

حضرت عبدالمطلب: آپ حضرت ہاشم کے بیٹے ہیں' حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدامجد ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ سلمہ بنت زید نجاریہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی "شیبۃ الحمد" ہے' اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے بال پیدائشی سفید تھے' بعض روایات میں آپ کا نام "عامر" بھی بیان کیا گیا ہے' حضرت عبدالمطلب کی کنیت "ابوالحارث" تھی' حضرت عبدالمطلب سفید رنگ' خوبصورت' دراز قامت اور صاحب جاہ و حشمت تھے آپ کی پیشانی سے "نور نبوت" اور عزت و وقار چھلکتا نظر آتا تھا۔ حضرت ہاشم کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ حضرت عبدالمطلب وہیں پیدا ہوئے اور آپ کا بچپن مدینہ طیبہ میں گزرا۔ حضرت ہاشم کے بھائی مطلب مدینہ منورہ آئے اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر کہنے لگے' یہ بچہ کس کا ہے' ہم میں سے ہی معلوم ہوتا ہے' لوگوں نے بتایا یہ ہاشم بن عبد مناف کا فرزند ہے تو انہوں نے آپ کو اپنے اونٹ پر بٹھا لیا۔ پھر آپ کو وہ اپنے ساتھ مکہ لے آئے' جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے سمجھا کہ مطلب کوئی غلام ساتھ لے آئے ہیں وہ آپ کو "عبدالمطلب" کے نام سے پکارنے لگے بعد میں مطلب

نے آپ کے متعلق لوگوں کو بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے لیکن آپ عبدالمطلب کے نام سے ہی مشہور ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب قریش میں انتہائی معزز و معتبر سمجھے جاتے تھے آپ پہلے شخص ہیں جو غار حرا میں جا کر عبادت کرتے، رمضان المبارک میں آپ مسکینوں کو کھانا کھلاتے، سخاوت، بردباری، حلم آپ کے نمایاں اوصاف تھے، آپ کو اپنے چچا مطلب کے بعد سرداری ملی، آپ اپنی اولاد کو ظلم وستم اور فتنہ وشر سے باز رکھتے، حسن سلوک اور حسن اخلاق کی ترغیب دیتے تھے۔

نور محمدی جب حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں جلوہ فگن ہوا، آپ ایک دن خانہ کعبہ کے گوشہ ''مقام حجر'' میں سو رہے تھے، جب بیدار ہوئے تو آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا، سر کے بالوں میں تیل پڑا ہوا تھا اور جسم اطہر پر انتہائی قیمتی لباس تھا، لوگ ان کے جلال و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گئے، آپ کے چچا مطلب آپ کو کاہنوں کے پاس لیکر گئے اور سارا ماجرا بیان کیا تو کاہنوں نے کہا خدا کا حکم ہے کہ اس نوجوان کا نکاح کر دیں تو آپ کے چچا نے ''قتیلہ'' نامی عورت سے آپ کی شادی کر دی۔ ان سے آپ کے فرزند ''حارث'' پیدا ہوئے، انہی کی نسبت سے آپ کی کنیت ''ابوالحارث'' ہے۔

قوم کی سیادت و امامت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد آپ کی بزرگی و قیادت کی شہرت اطراف عالم میں پھیل گئی، باہر کے لوگ جب حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آتے تو آپ سے شرف ملاقات کی کوشش کرتے، آپ سخاوت و شجاعت، فہم و فراست، فصاحت و بلاغت اور مکارم اخلاق کی وجہ سے نابغہ عصر تھے جو شخص آپ کی امان میں آ جاتا وہ تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتا، آپ کو ''سید العرب'' اور ''کبیر العرب'' کے معزز القاب سے یاد کیا جاتا، حسن اخلاق میں آپ فطرت ابراہیمی کا عکس جمیل تھے، شرف و عظمت میں بے مثال تھے، شاہان وقت آپ کی

قدم بوسی کو اعزاز سمجھتے، رحمت و رافت میں پیکر عطا اور صاحب جود و سخا تھے۔

اہل قریش حضرت عبد المطلب کا حد درجہ احترام کرتے، جب کوئی افتاد و مصیبت آ پڑتی تو وہ حضرت عبد المطلب کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے جاتے اور آپ کے وسیلہ سے دعا کرتے، قحط سالی کے ایام میں آپ کے وسیلہ سے قریش بارش طلب کرتے اور ان کی یہ دعائیں قبول ہوتیں۔ حضرت عبد المطلب قریش کے پہلے شخص ہیں جو رمضان المبارک میں ''کوہ حرا'' پر جا کر عبادت کرتے اور اپنا وقت یادِ الٰہی میں گزارتے، انہی ایام میں وہ فقراء و مساکین کو کھانا کھلاتے۔

حضرت عبد المطلب انتہائی صاحب عقل و دانش اور چشم بینا رکھتے۔ آپ نے اپنی قوم کو ملت ابراہیم پر چلنے کی تلقین کی، آپ کے نصیحت آموز اقوال امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا حصہ بھی بنے۔

- ✷ نذر کی تکمیل کا حکم۔
- ✷ اولاد کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت کا حکم۔
- ✷ عریانی کی حالت میں طواف بیت اللہ کی ممانعت۔
- ✷ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم۔
- ✷ محرم سے نکاح کی ممانعت کا حکم۔
- ✷ حرمت والے مہینوں کی عظمت و احترام۔
- ✷ شراب و زنا کی حرمت اور حد کا نفاذ۔
- ✷ مقتول کے بدلے ورثا کو سو اونٹ بطور خون بہا دینا۔

بشارت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

عن ابن عباس عن ابیه قال: قال عبد المطلب: قدمت الیمن فی رحلة الشتاء، فنزلت علی حبر من الیهود، قال لی رجل من اهل

الزبور: یا عبد المطلب: اتاذن لی ان انظر الی بدنك فقلت انظر مالم یکن عورة قال ففتح احدی منخری فنظر فیه ثم نظر فی الاخر فقال: اشهد ان فی احدی یدیك ملكا و فی الاخری نبوة واری ذلك فی بنی زهرة فكیف ذلك؟ فقلت لا ادری قال: هل لك من شاعة؟ قال: قلت و ما الشاعة؟ قال: زوجة قلت اما الیوم فلا، قال: اذا قدمت فتزوج فیهن، فرجع عبد المطلب الی مكة فتزوج هالة بنت وهب بن عبد مناف ولدت له: حمزة و صفیة، و تزوج عبد الله بن عبد المطلب آمنة بنت وهب فولدت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت قریش حین تزوج عبد الله آمنة فلح عبد الله علی ابیه۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 1 صفحہ 106)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میرے والد حضرت عبد المطلب نے ارشاد فرمایا ایک مرتبہ موسم سرما میں ہم یمن آئے تو میں ایک یہودی عالم کے پاس ٹھہرا وہاں زبور کے ایک عالم نے مجھے کہا اے عبد المطلب کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے جسم کا بعض حصہ دیکھ لوں؟ میں نے کہا ٹھیک ہے پردے کی جگہ کے سوا دیکھ لو اس نے میرے ایک نتھنے کو کھول کر دیکھا اور پھر دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے ایک ہاتھ میں ملک اور دوسرے ہاتھ میں نبوت ہے اور میں اسے بنی زہرہ میں دیکھتا ہوں لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم تو اس نے پوچھا کیا تمہاری کوئی شاعہ ہے؟ میں نے کہا شاعہ کیا ہوتی ہے؟ اس نے بتایا شاعہ زوجہ کو کہتے ہیں۔ میں نے بتایا ابھی تک تو نہیں ہے۔ اس نے کہا: پھر جا کر بنو زہرہ میں شادی کر لو۔ حضرت عبد المطلب نے واپس مکہ مکرمہ آ کر ہالہ بنت وہب بن عبد مناف سے نکاح کر لیا۔ ان سے حضرت حمزہ اور حضرت صفیہ پیدا ہوئیں۔ آپ نے اپنے لخت جگر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب

سے کر دی تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اور قریش حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کی شادی کے متعلق کہنے لگے۔ حضرت عبداللہ کو اپنے والد ماجد سے زیادہ کامیابی عطا ہوئی۔

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبدالمطلب کے نور نظر اور سب سے پیارے لختِ جگر کا نام "عبداللہ" ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ دنیا کے سب سے زیادہ خوش قسمت اور بلند مرتبہ باپ ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عظیم شخصیت کے والد ہیں جو مقصود کائنات ہیں، اولین و آخرین کے سردار ہیں، انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں جن سے فیضیاب ہیں جو خاتم النبیین اور شفیع المذنبین ہیں، جن کی جلوہ افروزی سے ہدایت کی روشنی اتنی فراواں ہوگئی کہ اس کے بعد کسی دوسرے چراغِ ہدایت کی ضرورت ہی نہ رہی۔

ولادت باسعادت:

فارس کے بادشاہ نوشیروان عادل کی بادشاہت کے تقریباً بیس سال بیت گئے تو مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی، روایت میں آتا ہے ملک شام میں علماء یہود کے پاس ایک "سفید جبہ" تھا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون شہادت سے تر تھا اور انہوں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ جب اس "سفید جبہ" سے خون کے قطرے ٹپکنے لگیں تو جان لینا کہ آج وادی بطحا میں امام الانبیاء پیغمبر آخر الزمان کے والد گرامی کی اس دنیا میں تشریف آوری ہوگئی ہے۔

مبارک و منفرد اسم گرامی:

آپ کا اسم مبارک "عبداللہ" تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے جد اعلیٰ عدنان تک پورے سلسلۂ نسب میں "عبداللہ" نام کا کوئی بزرگ نظر نہیں آتا اور آپ کے تمام بیٹوں

میں سے امام الانبیاء ﷺ کے والد گرامی کے حصہ میں ہی یہ انفرادی نام آیا۔آپ کی صفات اور خوبیوں کی بنا پر اہل مکہ آپ کو مختلف ناموں سے یاد کرتے۔حضرت ابو الحسن بن عبد البکری فرماتے ہیں۔جب آپ لوگوں کے درمیان سے گزرتے تو آپ کی پیشانی مبارک پر چمکتا ہوا نور لوگوں کی آنکھیں خیرہ کرتا۔اس وجہ سے اہل مکہ حضرت عبد اللہ کو ''مصباح الحرم'' (حرم کا چراغ) کے نام سے بھی پکارتے تھے۔

کنیت ولقب:

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت سید العالمین ﷺ کی نسبت سے ''ابو محمد'' اور لقب ''ذبیح'' تھا۔امام الانبیاء ﷺ فرمایا کرتے: ''انا ابن الذبیحین'' میں دو ذبیحوں (حضرت اسماعیل اور حضرت عبد اللہ) کا بیٹا ہوں۔

والدین کریمین:

آپ کے والد گرامی سردار قریش حضرت عبد المطلب صاحب فضل وکمال بزرگ تھے' سخاوت وفیاضی میں اپنی مثال آپ تھے' اسی بنا پر لوگ آپ کو ''مطعم الطیر'' اور ''الفیاض'' کے نام سے بھی پکارتے تھے' سید عالم ﷺ کے نور کے سبب آپ سے ''مشک اذفر'' کی خوشبو آتی رہتی تھی۔

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ماجدہ قبیلہ بنو مخزوم کی نیک سیرت' باحیا اور باوقار خاتون تھیں ان کا اسم گرامی سیدہ فاطمہ بن عمرو بن عائذ تھا۔

نذر عبد المطلب:

جب میراث ابراہیم واسماعیل کے وارث اعظم' باعث ایجاد کعبہ وزمزم' شفیع امم' رحمت عالم ﷺ کی اس کائنات ارضی میں جلوہ افروزی کا وقت قریب آیا تو ارادہ الٰہیہ ہوا

کہ چاہ زمزم کو دوبارہ منظرِ عام پر لایا جائے اور اس کے مبارک پانی سے لوگوں کو پھر سے سیراب کیا جائے۔ یہ عظیم سعادت حضور رحمت عالم کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کے حصہ میں آئی کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے صدیوں سے گم شدہ ''چاہ زمزم'' کو پھر سے جاری فرمادیا' حضرت عبدالمطلب کو ایک رات خواب میں زمزم کو کھودنے کا حکم دیا گیا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے زم زم کا کنواں کھودنے کا اعلان کیا تو آپ کی قوم اس کام کیلئے آمادہ نہ ہوئی تو آپ اکیلے ہی زمزم کی کھدائی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا اکیلا بیٹا حارث بھی آپ کے ساتھ تھا۔ اس دوران آپ نے یہ منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ جوان ہو کر ان کے معاون و مددگار بن گئے تو ان میں سے ایک کو وہ اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔

چاہ زمزم کی کھدائی مکمل ہو گئی اور لوگ اس کے بابرکت پانی سے سیراب ہونے لگے۔ اس واقعہ کو تیس سال کا عرصہ بیت گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دوران حضرت عبدالمطلب کو نعمت اولاد سے مالا مال فرمادیا' حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں کی تعداد دس ہو گئی۔ 1-حارث 2- زبیر 3-حجل 4- ضرار 5- مقوم 6- ابولہب 7-عباس 8- حمزہ 9-ابوطالب 10-عبداللہ

ایک دن حضرت عبدالمطلب کو خواب میں آ کر کسی نے کہا اے عبدالمطلب! اللہ تعالیٰ کیلئے تم نے جو منت مانی تھی اب اس کو پورا کرو۔ آپ نے اٹھ کر بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔

> ''الٰہی میں نے دس میں سے کسی ایک کی قربانی پیش کرنے کی نذر مانی تھی' اس لیے قرعہ اندازی کرنے لگا ہوں' ان میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو قربانی کیلئے اس کا نام نکل آئے''۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور ان کو اپنے خواب اور

منت کے بارے میں بتایا' سب نے بغیر اختلاف اپنے والد کی آواز پر لبیک کہا اور اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کر دیا۔آپ نے بیٹوں سے کہا تم میں سے ہر ایک اپنا نام لکھ کر پیالے میں ڈالے' اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے کعبہ کے اندر آ کر خادم سے کہا ان سب کو لیکر قرعہ ڈالو۔خادم نے جب قرعہ نکالا تو سیدنا عبداللہ کا نام مبارک نکلا جن سے آپ کو بہت محبت تھی لیکن قدرت کے فیصلہ کے سامنے سر جھکا دیا۔حضرت عبدالمطلب سیدنا عبداللہ کو لیکر قربان گاہ کی طرف چل دیئے جب قریش کو علم ہوا تو وہ دوڑے دوڑے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرایا میں اپنی نذر پوری کر رہا ہوں۔یہ سن کر قریش کہنے لگے۔آپ انہیں ذبح نہ کریں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہمیشہ کیلئے ایک رسم بن جائے گی اور ہم اپنے لڑکے ذبح کرنے لگے تو سرزمین مکہ میں کون بچے گا۔

جب سب لوگوں نے التجا کی کہ قربانی کے بدلے کوئی اور تدبیر اختیار کی جائے تو سرداران قریش نے طے کیا اس معاملے کو خیبر کی کاہنہ کے پاس لے جائیں اور اس سے مشورہ طلب کریں۔قریش کے ایک وفد نے اس کے پاس جا کر سارا ماجرا بیان کیا۔اس نے پوچھا تم لوگوں میں ''جان کی دیت'' یعنی خون بہا کیا ہے؟ انہوں نے بتایا دس اونٹ' کاہنہ نے کہا تم لوگ واپس جا کر ''دس اونٹوں اور عبداللہ'' کے درمیان قرعہ ڈالو اگر قرعہ دس اونٹ پر نکلے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ کے عوض اونٹوں کی قربانی قبول فرمالی اور اگر قرعہ سیدنا عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ مزید بڑھا دینا اسی طرح ہر مرتبہ دس اونٹ بڑھاتے چلے جاؤ یہاں تک کہ قرعہ سیدنا عبداللہ کی بجائے اونٹوں پر نکل آئے۔اونٹوں کی جتنی تعداد پر قرعہ نکلے اتنے اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیئے جائیں اور حضرت عبداللہ کو بری الذمہ قرار دے دیا جائے۔

چنانچہ واپس مکہ مکرمہ پہنچ کر قرعہ اندازی کی گئی جب سو اونٹ اور حضرت عبداللہ

کے نام پر قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ اونٹوں پر نکلا تو وہاں موجود چہروں پر تازگی آگئی اور سب خوشی سے چلائے۔ ”عبدالمطلب آپ کے رب کی رضا معلوم ہوگئی“۔

لیکن حضرت عبدالمطلب کھڑے ہو کر کہنے لگے نہیں مجھے ابھی اطمینان نہیں یہاں تک کہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی جائے پھر تین مرتبہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ قرعہ اونٹوں پر نکلا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبدالمطلب نے جب ان سو اونٹوں کی قربانی کی تو اس قربانی کو انہوں نے ہر ایک کیلئے چھوڑ دیا یعنی انسان، درندہ یا پرندہ جو جو چاہے یہ گوشت کھائے کسی کو ممانعت نہ تھی۔ مکہ میں اس سے پہلے دستور یہ تھا کہ ایک انسانی جان کے بدلے دس اونٹ دیئے جائیں۔ حضرت عبدالمطلب پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت عبداللہ کے بدلے سو اونٹ قربان کیے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ ایک مینڈھا مگر سیدنا عبداللہ کا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فدیہ سو اونٹ قرار پائے۔

سیدنا عبداللہ کا حسن و جمال:

حضرت عبدالمطلب اور آپ کے اجداد بھی اپنے وقت کی خوبصورت اور حسین شخصیات تھے۔ لیکن عبدالمطلب کے لخت جگر سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حسن و جمال لاجواب تھا، سیرت و تاریخ کی کتب میں اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف اولاد عبدالمطلب میں حسین و جمیل تھے بلکہ تمام قبائل قریش کے حسین ترین نوجوان تھے اور حسن و جمال میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ کو وادی بطحا کا ”یوسف دوراں“ بھی کہا جاتا تھا اور آپ کے خصائل اور قابل تقلید کردار پر اہل مکہ رشک کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب بہت زیادہ خوبصورت اور مردانہ حسن و وجاہت کا عظیم شاہکار تھے بہت سی خواتین آپ سے عقد نکاح کی

خواہش رکھتی تھیں لیکن امام الانبیاء کی والدہ ماجدہ بننے کی سعادت روز ازل سے سیدہ آمنہ بنت وہب کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی جو بنو زہرہ کے سردار کی صاحبزادی تھیں۔

علامہ ذینی دحلان مکی اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے زمانہ میں عورتوں کی طرف سے مشقت اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے پیش آئے۔ لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رخ زیبا پر شرم وحیا، شرافت ونجابت کے انوار برستے رہے اور آپ کی شرمگیں نگاہیں جھکی رہیں۔

فاطمہ خثعمیہ:

عن ابن عباس قال! لما انطلق عبدالمطلب بابنه عبدالله ليزوجه مربه على كاهنة من اهل تباله متهودة قد قرأت الكتاب يقال لها فاطمة بنت مر الخثعميه، فرأت نور النبوة فى وجه عبدالله فقالت يافتى هل لك ان تقع على الآن و اعطيك مائة من الابل؟ فقال عبدالله

اما الحرام فالممات دونه
والحل لاحل فاستبينه
فكيف بالامر الذى تبغينه
يحمى الكريم عرضه و دينه

ثم مضى مع ابيه فزوجه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة فاقام عندها ثلاثا، ثم ان نفسه دعته الى مادعته اليه الكاهنة فاتاها فقالت ما صنعت بعدى؟ فاخبرها فقالت : والله ما انا بصاحبة ريبة ولكنى رايت فى وجهك نورا فاردت ان يكون

فی وابی اللہ الا ان یجعلہ حیث اراد۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد 3 صفحہ 14)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔ حضرت عبدالمطلب جب اپنے جواں بخت بیٹے حضرت عبداللہ کی شادی کرنا چاہ رہے تھے تو ایک دن اہل تبالہ کی ایک یہودی عورت جو کتاب کی عالمہ اور کاہنہ تھی اس کے پاس سے گزرے۔ اس کا نام فاطمہ بنت مرخشعمیہ تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ کے چہرہ انور میں چھلکتا نور نبوت دیکھ لیا اور حضرت عبداللہ کو کہا تم اگر اسی وقت مجھے اپنی صحبت سے باریاب کرو تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ نے جواباً ارشاد فرمایا:

رہا حرام اس سے تو موت بہتر ہے اور حلال میں واضح طور پر نہیں دیکھ رہا میں ایسی بات کیسے قبول کرسکتا ہوں جو تم چاہتی ہو۔ کریم ہمیشہ اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔

یہ کہہ کر آپ اپنے والد کریم کے ساتھ چلے گئے' آپ کی شادی حضرت آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زہرہ سے ہوگئی' آپ تین دن وہاں ٹھہرے پھر آپ کا دل چاہا اور آپ اس کاہنہ کے پاس تشریف لے آئے' وہ کہنے لگی' یہاں سے جانے کے بعد آپ نے کیا کیا؟ آپ نے اسے اپنی شادی کی خبر دی۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں بدکار عورت نہیں لیکن میں نے آپ کے چہرے میں نور نبوت دیکھا اور میرا ارادہ اسے حاصل کرنے کا تھا' لیکن قدرت کو منظور نہ ہوا مگر جہاں اللہ نے چاہا اسے رکھ دیا۔

ایک وہم کا ازالہ:

اس حدیث پر محدثین نے ایک سوال اٹھایا کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پہلے کاہنہ کی خواہش کے باوجود انکار کر دیا تو پھر دوبارہ اس کے پاس کیوں تشریف لائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دل میں یہ خیال پیدا کیا گیا کہ اس عالمہ کے پاس جاؤ اگر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ واپس تشریف نہ لاتے تو بعد والی گفتگو

نہ ہوتی اور اس عورت پر فاحشہ ہونے کا الزام لگتا حالانکہ وہ ایسی نہ تھی بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت کی وجہ سے ایسا چاہتی تھی کہ وہ نور مجھے حاصل ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب میں یہ خیال پیدا کر کے خالق کائنات نے اس یہودی عالمہ کو رسوا ہونے سے بچایا کیونکہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتی تھی۔ غور فرمائیں جو عورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی خواہش کرے اللہ تعالیٰ اسے رسوا نہیں ہونے دیتا تو جو امتی آپ کا کلمہ پڑھے آپ کی اتباع و اطاعت میں زندگی گزارے۔ آپ کے میلاد کی خوشی کرے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مومن مسلمان کا مقام کتنا بلند ہوگا۔

نور مصطفیٰ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں:

حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے بطن سے دو بچے پیدا ہوتے جن میں ایک مذکر اور دوسرا مؤنث ہوتا۔ صرف حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے۔ اس کا مقصود و منشاء یہ تھا کہ یہ اپنے والد محترم حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت وعلم کے وارث ہیں۔ اسی لیے نور محمدی ان کی طرف منتقل ہوا۔ حضرت شیث علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وہی وصیت کی جو حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں کی تھی کہ اس نور کو صرف اپنی عورتوں میں رکھنا جو پاکیزہ ہوں۔ پھر یہ نور منتقل ہوتا رہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مبارک پشتوں سے ہوتا ہوا حضرت عبداللہ تک پہنچ گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کو جاہلیت کی قباحتوں اور جاہلیت کے اثرات سے محفوظ رکھا۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ قبیلہ قریش کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ان کی وجہ سے قریش مکہ کو شرف و عظمت عطا ہوئی، کیونکہ وہ در یتیم، سید المرسلین، رسول اولین و آخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی ہیں، گویا حضرت عبداللہ اور قبیلہ قریش کو جو وجاہت نصیب ہوئی وہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے حاصل ہوئی، اور اس فخر و اعزاز میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی حضرت عبدالمطلب سے بیان کرتے ہیں میں جب ''جبل عمیر'' پر چڑھتا ہوں تو میری پشت سے دو نور نکلتے ہیں۔ایک مشرق اور دوسرا مغرب کی طرف جاتا ہے' پھر دونوں نور گھوم کر بادل کی طرح ہو جاتے ہیں' پھر ان کے لئے آسمان کھل جاتا ہے پس وہ نور آسمان میں داخل ہو جاتے ہیں' پھر وہاں سے نکل کر میری طرف لوٹ آتے ہیں۔میں جس جگہ بیٹھتا ہوں اپنے نیچے زمین سے آواز سنتا ہوں۔اے عبداللہ جس کی پشت میں نور محمدی ودیعت رکھا گیا ہے تجھ پر سلام ہو اور میں جس خشک جگہ یا درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں وہ جگہ اور درخت سرسبز ہو جاتے ہیں اس درخت کی شاخیں مجھ پر جھک جاتیں ہیں''۔
حضرت عبدالمطلب یہ سن کر فرماتے !اے بیٹا بشارت ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس عزت والے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تیری پشت سے ظاہر فرمائے گا۔

ذریعہ معاش:

حضرت عبدالمطلب کے خاندان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔آپ کے بیٹے بھی تجارت سے منسلک تھے' حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے اس آبائی پیشہ کو اختیار فرمایا۔آپ مکہ مکرمہ سے باہر دوسرے ممالک میں بھی بغرض تجارت تشریف لے جایا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذوق شعری:

اہل عرب بالخصوص اہل مکہ فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے' وہاں کی عورتیں بھی فہم و فراست میں خوب ملکہ رکھتی تھیں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی فصاحت و بلاغت کے ساتھ شعر گوئی کا ذوق تھا۔آپ کے ذوق شعر گوئی اور فصاحت و بلاغت کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

لقد حکم البادون فی کل بلدۃ
بان لنا فضلا علی مادۃ الارض
دیہاتیوں نے ہر شہر میں یہ اعلان کر دیا ہے
ساری دنیا کے سرداروں پر ہمیں فضیلت حاصل ہے

وان ابی ذوالمجد والسود الذی
یشاربہ ما بین نشز الی خفض
میرے والد ایسی عزت و سرداری والے ہیں کہ
بلند و پست ہر جگہ انکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے

حضرت سیدنا عبداللہ کا وصال:

حضرت محمد بن کعب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ شام سے غزہ کے شہر کی طرف قریش کے قافلوں میں سے ایک قافلہ کے ساتھ نکلے، جن کے پاس تجارت کا سامان تھا۔ تجارت سے فراغت کے بعد جب واپس پلٹے تو ان کا گزر مدینہ طیبہ سے ہوا، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس وقت بیمار تھے آپ نے فرمایا میں اپنے ننھیال بنی عدی بن نجار کے پاس رک جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ وہاں رک گئے اور بیماری کی حالت میں ان کے ہاں ایک ماہ تک قیام پذیر رہے۔ آپ کے ساتھی روانہ ہو کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے ان سے اپنے لختِ جگر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا ہم نے انہیں اپنے ننھیال بنی عدی بن نجار کے پاس چھوڑا اس وقت وہ بیمار تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے یہ سن کر اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا ان کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وصال ہو چکا ہے اور انہیں ''دارنابغہ'' میں دفن کر دیا گیا۔ جب حارث نے واپس آ کر یہ خبر دی تو حضرت عبدالمطلب اور آپ کے خاندان کو اس پر بہت غم ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت

اپنی والدہ کے شکم اطہر میں تھے اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصال کے وقت عمر مبارک اٹھارہ برس تھی۔ بعض روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بوقت وصال حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک پچیس سال کے قریب تھی۔

عن ابن عباس انه لما توفی عبدالله قالت الملائكة الهنا و سيدنا بقی نبيك يتيما فقال الله تعالیٰ انا له حافظ و نصير۔

وقيل لجعفر الصادق لم يتم النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال لئلا يكون عليه حق لمخلوق۔ (زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 207)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت ہوئی تو ملائکہ نے عرض کی ہمارے پروردگار تیرا نبی یتیم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کا حافظ و مددگار ہوں۔

امام جعفر صادق نے یہ اہم نکتہ بیان فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس لیے یتیم کیا گیا (دنیاوی سہارے ختم کر دیئے گئے) تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آپ کی رفعت و عظمت فلاں شخص کی شرمندہ احسان ہے۔

مزار مبارک:

سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ''دار نابغہ'' میں تھا یہ مقام صدیوں تک محفوظ اور مرجع خلائق رہا۔ بعد میں یہ مقام ''زقاق آمنہ'' (آمنہ کی گلی) کے نام سے مشہور ہوا، سلطنت عثمانیہ کے دور میں آپ کے مزار مبارک پر قبہ بنوایا گیا۔ اہل نجد کے دور میں اسے مسمار کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔

1978ء میں سعودی حکومت نے مسجد نبوی شریف کی توسیع کا منصوبہ بنایا اور اس

کی تکمیل کیلئے مسجد شریف سے ملحقہ قبور مبارکہ کو جنت البقیع میں منتقل کرنے کا پروگرام بنایا۔ان قبور مبارکہ میں سید عالم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قبر انور بھی تھی ۔جب قبر کشائی کی گئی تو چشم عالم نے یہ حسین منظر دیکھا کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی نور مجسم شفیع معظم کے والد گرامی کا جسم اطہر تروتازہ' معطر و معنبر اور صحیح حالت میں تھا۔

یہ مبارک و پرکیف خبر ملکی وغیر ملکی اخبارات کی زینت بنی۔

کراچی 20 جنوری یہاں پہنچنے والی اطلاع کے مطابق مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جسد مبارک جس کو دفن کیے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد ہوا' علاوہ ازیں صحابی رسول حضرت انس بن مالک کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام کے جسد مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے۔جنہیں بعد ازاں ''جنت البقیع'' میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا۔جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسم نہایت تروتازہ اور اصل حالت میں تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت 21 جنوری 1978)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا:

حضور سید العالمین' خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ہے۔آمنہ کے معنی ہیں ''امن والی'' یہ وہ ذات کریم ہے جن کے جسد اقدس نے ''ابواشریف'' کو رشک قمر بنا دیا جن کی مبارک گود سرور کشور رسالت مآب کی ''جلوہ گاہ'' بنی' حوران جنت حق غلامی بجالائیں اور جن کی خدمت کا شرف حاصل

کرنے کو حضرت آسیہ و حضرت مریم رضی اللہ عنہا آئیں۔

حضرت طیبہ طاہرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ ''بنو زہرہ'' سے تھا۔زہرہ جناب کلاب کے نورِ نظر تھے۔جناب کلاب ہی وہ مقدس ہستی ہیں جن کے ساتھ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مبارک نسب جمع ہو جاتا ہے۔

والدین کریمین:

حضرت سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی وہب بن عبد مناف کی اکلوتی صاجنرادی تھیں، آپ کی ولادت باسعادت مدینہ طیبہ میں ہوئی۔آپ کی ولادت مبارک کے کچھ عرصہ بعد ہی آپ کے والد ماجد اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔آپ کے والد ماجد قبیلہ بنو زہرہ کے سردار تھے۔سخاوت و فیاضی میں بے مثال تھے، صاحب عقل و دانش اور صاحب فضل و کمال بزرگ تھے، آپ کے انتقال کے بعد حضرت سیدہ آمنہ کی کفالت ان کے چچا وہیب بن عبد مناف نے اپنے ذمہ لے لی۔

حضرت سیدہ طیبہ آمنہ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان ہے۔حضرت سیدہ آمنہ کے والد گرامی اور والدہ محترمہ دونوں کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو زہرہ سے تھا۔

قبیلہ بنو زہرہ:

بنو زہرہ قریش میں سے ایک معزز و معتبر خاندان ہے جو زہرہ بن کلاب کی اولاد ہیں۔زہرہ بن کلاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اعلیٰ ''قصی'' کے بھائی تھے۔زہرہ کے دو بیٹوں کی نسل بڑھی۔حارث بن زہرہ اور عبد مناف بن زہرہ۔عبد مناف سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے جد امجد ہیں۔قبیلہ بنو ہاشم کے سردار حضرت عبدالمطلب اور قبیلہ زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف دونوں آپس میں دوست تھے، کئی سفر ایک ساتھ کئے اور کئی مشترکہ

امور میں بھی یہ دونوں شخصیات ایک ساتھ نظر آتی ہیں۔ یہ تمام ہستیاں شرافت، علونسب اور طہارت نفس میں اعلیٰ مقام کی حامل ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کے جد اعلیٰ حضرت قصی، اور زہرہ کے زمانے سے ہی یہ دونوں پاکیزہ خاندان پیار و محبت کی زنجیر میں پروئے چلے آرہے تھے۔ ''بنو ہاشم'' اور ''بنو زہرہ'' دو معتبر قبیلے ہیں، جو عرب کے تمام قبائل میں ممتاز و محترم سمجھے جاتے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا۔

''میری جلوہ گری عرب کے سب سے زیادہ فضیلت والے دو قبیلوں بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے ہوئی''۔

حضرت سیدہ آمنہ کا بچپن:

خاندان بنو زہرہ کی طیبہ و طاہرہ خاتون، حضور سید العالمین ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا بچپن قابل رشک اور انتہائی پاکیزہ تھا۔ آپ اعلیٰ حسب و نسب کی مالک تھیں اور اس وقت اہل مکہ کے ہاں یہ بہت بڑا شرف و اعزاز تھا۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا عصمت و پارسائی میں بے مثل تھیں۔ ان کی شرم و حیا اور پردہ کی سخت پابندی بنو زہرہ میں ایک مثال تھی، ہمہ وقت پردہ داری کے سبب آپ کی پاکیزہ سیرت و کردار کی خوشبو مکہ مکرمہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیدہ آمنہ کی خدمت عالیہ میں شب و روز رہنے کے باوجود میں نے کبھی آپ کا جسم مبارک ٹخنوں سے اوپر برہنہ نہیں دیکھا، یہاں تک کہ وہ اپنی مالکن کی کلائی مبارک یا گردن مبارک بھی نہ دیکھ سکیں۔ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ اپنی قوم میں ''سیدۃ النساء'' کے لقب سے معروف تھیں۔

حضرت سیدہ آمنہ کی شادی مبارک:

حضرت عبدالمطلب اپنے جواں بخت، خوبرو اور خوب سیرت لخت جگر سیدنا عبداللہ

رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شادی کیلئے ایسی نیک سیرت دلہن کے خواہش مند تھے جو دولہا کی طرح اپنی نظیر آپ ہو' آپ کی نظر انتخاب بنوزہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی حور شمائل لخت جگر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پر پڑی کہ وہ بھی خوبصورتی' عفت و پاکدامنی میں بے مثل تھیں۔ آپ نے کئی مرتبہ اپنی زوجہ ہالہ سے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیرسن رکھا تھا جب آپ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا کیلئے ان سے رشتہ طلب کیا تو وہ پہلے سے ہی جنگل میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک عظیم کرامت دیکھ کر (جب ستر یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرنے کیلئے اپنے گھیرے میں لے لیا تو کس طرح فرشتوں نے آن واحد میں تمام یہودیوں کو ختم کر دیا تھا) آپ کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے فوراً حضرت عبدالمطلب کی پیشکش کو قبول و منظور کر لیا اور یوں نسب و فضیلت میں عدیم النظیر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زوجیت میں آنے کا شرف نصیب ہو گیا۔

علامہ واقدی لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور عورت سے نکاح نہ فرمایا اور نہ ہی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوا کسی مرد سے شادی کی۔

بے مثل محبت:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر نامدار سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بے پناہ محبت تھی' آپ کی حیات طیبہ زمانے کی عورتوں کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو پروانہ وار چاہتے' ان کے درمیان شکر رنجی اور اختلاف پیدا ہونے کی کوئی روایت نہیں ملتی' بلکہ انتہائی محبت کی مختلف جھلکیاں نظر آتی ہیں' حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے وصال مبارک کے بعد آپ نے حالت بیوگی میں چند سال گزارے لیکن اپنے عالی مرتبت شوہر کی محبت اور حسین یادیں آپ کے ساتھ رہیں۔ یہ وفاداری اور محبت آپ کی سیرت کا حسین پہلو ہیں۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے محبوب خاوند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حسرت آیات پر جو دلدوز مرثیہ کہا اس سے آپ کے درد وغم اور رنج والم کا اندازہ ہوتا ہے۔

عنا جانب البطحا من آل هاشم
وجاور لحدا خارجا فی الغماغم

بطحا کی سرزمین آل ہاشم (عبداللہ) سے خالی ہو گئی
وہ کفن میں لپٹے ہوئے اپنے اہل سے بہت دور قبر میں چلے گئے

دعته المنایا دعوة فاجابها
وما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم

موت نے ان کو اچانک پکارا اور انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا
پس موت نے ابن ہاشم (عبداللہ) کی مثل لوگوں میں کوئی نہیں چھوڑا

عشية راحوا یحملون سریره
تعاوره اصحابه فی التزاحم

ان کے دوست شام کے وقت ان کا جنازہ محبت سے اٹھا کر چلے
وہ باری باری کندھا دینے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے

فان تك غالته المنون وریبها
فقد کان معطاء کثیر التراحم

اگرچہ موت اور اس کے اسباب نے انہیں اچانک آ لیا
بلاشبہ وہ بہت سخی، مہربان اور پیار کرنے والے تھے

نورِ محمدی شکمِ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا میں:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد دستور و رواج کے مطابق حضرت سیدنا

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سسرال کے ہاں تین دن قیام فرمایا' انہی ایام میں نور محمدی اپنی آخری جلوہ گاہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منتقل ہو کر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں رونق افروز ہوا تو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی روح تاباں پر انوار وتجلیات کی بارش ہونے لگی۔

قال سھل بن عبداللہ التستری: لما اراداللہ تعالیٰ خلق محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی بطن آمنة لیلة رجب و کانت لیلة جمعة امر اللہ تعالیٰ فی تلك اللیلة رضوان خازن الجنان ان یفتح الفردوس و نادی مناد فی السموات والارض: الا ان النور المخزون المکنون الذی یکون منه النبی الھادی' فی ھذہ اللیلة یستقر فی بطن آمنة الذی یتم فیه خلقه و یخرج الی الناس بشیراً و نذیراً (زرقانی علی المواھب جلد 1 صفحہ 196)

حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے نور محمدی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں منتقل کرنے کا اردہ فرمایا وہ رجب کے مہینہ میں جمعہ مبارک کی رات تھی۔ اس رات اللہ تعالیٰ نے خازن جنت رضوان کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کے سارے دروازے کھول دے اور زمین وآسمان میں ندا کی گئی کہ نبی ہادی کے نور مخزون و مکنون کو سیدہ آمنہ کے بطن اطہر میں منتقل کر دیا گیا۔ اب مخلوق کی طرف بحیثیت بشیر ونذیر ان کی تشریف آوری ہو گی۔

خالق کائنات نے جب اپنے محبوب بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس عالم وجود میں ظہور بخشنے اور جملہ موجودات کے لیے اپنے نور ہدایت کے ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو ''نورِ محمدی'' کو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے سیپ میں جگہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت

آمنہ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ انہیں آپ کی والدہ ہونے کا شرف بخشا۔آسمانوں میں اس خوش خبری کو سنایا گیا اور باد بہار نے ہر طرف اس خبر کو پھیلا دیا اور زمین کو عرصہ دراز تک خشک رہنے کے بعد نباتات کی سندسی پوشاک عطا کی گئی۔پھل درختوں پر لگے اور درختوں نے ثمر حاصل کرنے والوں کے لیے اپنی ٹہنیاں جھکا دیں۔قریش کے چار پایوں نے فصیح عربی زبان میں آپ کے شکم مادر میں تشریف لانے کی خوشخبری دی محلات کے کنگرے ٹوٹ گئے۔مشرکین کے اصنام منہ کے بل گر پڑے۔مشرق و مغرب کے پرندوں اور بحری و بری مخلوق نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی، جنات نے آپ کے دور کی خبر دی، کاہن غیبی خبروں سے روک دیئے گئے، آپ کی آمد کی خبر پر عالم شیفتہ ہو گیا اور آپ کے حسن بھرے رنگ میں بے خود ہو گیا آپ کی والدہ محترمہ کو عالم خواب میں بتایا گیا کہ تمہارے شکم اطہر میں سید العالمین اور مخلوق کی بہترین شخصیت جلوہ فرما ہیں جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام ''محمد'' رکھنا اس لیے کہ ان کے ہر قول و فعل کی تعریف کی جائے گی۔

بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں انبیاء کرام کا سلام عرض کرنا:

نبی کریم ﷺ کی والدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نور محمدی ﷺ میرے شکم انور میں جلوہ گر ہوا تو حمل شریف کا پہلا مہینہ رجب المرجب کا تھا۔ایک رات جب میں اپنے گھر سو رہی تھی تو خواب میں ایک صاحب کو دیکھا جن کی چہرے سے ملاحت ٹپک رہی تھی۔جسم مبارک سے عمدہ خوشبو آ رہی تھی اور ان کے انوار ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے مرحبا یا محمد (ﷺ) میں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں ابوالبشر آدم (علیہ السلام) ہوں۔میں نے پوچھا آپ کس لیے تشریف لائے ہیں۔فرمایا اے آمنہ بشارت ہو کہ تمہارے گھر سید البشر ﷺ آنے والا ہے۔

حضرت شیث علیہ السلام کا سلام:

جب دوسرا مہینہ شروع ہوا تو اسی طرح ایک اور شخص خواب میں میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے:

السلام علیک یا رسول اللہ (اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو)

میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں شیث (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمانے لگے میں خوشخبری دینے آیا ہوں کہ آمنہ مبارک ہو تمہارے دامن میں نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سید البشر آنے والا ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا سلام:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تیسرا مہینہ شروع ہوا تو ایک اور نورانی صورت والے بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے:

السلام علیک یا نبی اللہ "اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو"۔

میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا: انا ادریس میں ادریس (علیہ السلام) ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا خوشخبری دینے آیا ہوں کہ اے آمنہ تمہیں مبارک ہو کہ تمہارے نشیمن میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا سلام:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب چوتھا مہینہ شروع ہوا تو ایک اور صاحب میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے:

السلام علیک یا حبیب اللہ۔ اے اللہ کے حبیب آپ پر سلام ہو۔

میں نے پوچھا: من انت آپ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا: انا نوح میں نوح (علیہ السلام) ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کیسے تشریف لائے۔ جواب

دیا۔ مبشرك یا آمنة۔ اے آمنہ خوشخبری دینے کے لیے آیا ہوں۔
تمہیں مبارک ہو!
تو اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے باور آور ہے جو صاحب فتح ونصرت ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کا سلام:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب پانچواں مہینہ شروع ہوا تو اسی طرح ایک منور چہرے والے بزرگ میرے پاس تشریف لائے۔ فرمانے لگے:
السلام علیك یا صفوۃ اللہ (اے اللہ کے برگزیدہ آپ کو سلام ہو۔)
میں نے پوچھا' آپ کون بزرگ ہیں؟ ارشاد فرمایا میں ہود (علیہ السلام) ہوں۔
میں نے کہا آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا خوشخبری دینے آیا ہوں اور اے آمنہ مبارک ہو!
تم صاحب شفاعت عظمیٰ کی ماں بننے والی ہو جس کی شفاعت کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلام:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب چھٹا مہینہ شروع ہوا تو حسب سابق ایک اور بزرگ تشریف لائے فرمانے لگے:
السلام علیك یا رحمۃ اللہ (اے اللہ کی رحمت آپ پر سلام ہو۔)
میں نے پوچھا' آپ کون صاحب ذیشان ہیں؟ فرمایا میں ابراہیم (علیہ السلام) ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کیسے تشریف لائے۔ فرمایا تجھے مبارک ہو! اے آمنہ تیرے شکم اطہر میں اللہ کے جلیل القدر نبی تشریف لا چکے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سلام:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ساتواں مہینہ شروع ہوا تو ایک اور بزرگ تشریف لائے کہنے لگے:

السلام علیك یامن اختارہ اللہ (اللہ کے منتخب رسول آپ کو سلام ہو۔)

میں نے پوچھا' آپ کون بزرگ ہیں/ فرمایا میں اسماعیل (ذبیح اللہ علیہ السلام) ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا اے آمنہ میں تمہیں خوشخبری دینے آیا ہوں کہ تم نبی رجیع وملیح (نمکین حسن والے) سے حاملہ ہو۔ اے آمنہ مبارک ہو تم حسینوں کے سردار کی ماں بننے والی ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام:

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آٹھواں مہینہ شروع ہوا تو ایک اور بزرگ میرے پاس تشریف لائے۔ فرمانے لگے:

السلام علیك یا خیرہ اللہ! (اللہ کے پسندیدہ رسول آپ پر سلام ہو۔)

میں نے پوچھا' آپ کون صاحب ہیں؟ فرمایا میں موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) ہوں۔

میں نے پوچھا آپ کے تشریف لانے کا کیا مقصد ہے؟ فرمایا اے آمنہ' میں تجھے خوشخبری دینے آیا ہوں۔ تمہیں مبارک ہو کہ تم نبی ذیشان سے بارآور ہو جس پر قرآن مجید نازل ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلام:

جب نواں مہینہ شروع ہوا تو اسی طرح ایک اور صاحب عظمت وشان میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے:

السلام علیک یاخاتم رسول اللہ

اے رسولانِ خداوندی کو ختم کرنے والے آپ کا وقت ظہور قریب ہے۔

میں نے پوچھا' آپ کون ہیں؟ فرمایا میں عیسیٰ بن مریم ہوں میں نے پوچھا آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا آمنہ! آپ کو مبارک ہو کہ تمہارے شکم اطہر میں نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ تم سے ہر قسم کی تکلیف' دکھ درد اور بیماری دور کر دی گئی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا سلام:

سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پیارے صاحبزادے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابھی اپنے قدموں سے کائنات کو مشرف نہیں فرمایا تھا کہ جبرائیل امین میرے پاس آئے ان کے ہاتھ میں دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار شربت سے بھرا ہوا پیالہ تھا مجھے دیا کہ اسے پی لیں۔ میں نے اس کو پی لیا۔ پھر جبرئیل نے مجھے کہا کہ سیر ہو کر پیئو تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر انہوں نے کہا اور پیئو۔ میں نے اور پیا۔ پھر انہوں نے کہا:

اظھر یا سید المرسلین اظھر یا خاتم النبیین اظھر یا رحمۃ للعالمین اظھر یا نبی اللہ اظھر یا رسول اللہ اظھر یا خیر خلق اللہ اظھر یا نورا من نوراللہ بسم اللہ اظھر یامحمد بن عبداللہ مظھر صلی اللہ علیہ وسلم کالبدر المنیر۔ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

''اے رسولوں کے سردار ظہور فرمایئے' اے خاتم النبیین جلوہ افروز ہو جایئے' اے رحمۃ للعالمین قدم رنجہ فرمایئے' اے نبی اللہ رونق افروز ہو جایئے' اے رسول اللہ تشریف لایئے' اے خیر خلق اللہ جہاں کو منور

فرمایئے، اے نورمن نوراللہ جلوہ افروز ہو جایئے، بسم اللہ اے محمد بن عبداللہ تشریف لایئے۔ پھر حضور پُرنور ﷺ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے جہاں میں رونق افروز ہوئے“۔ (المیلاد النبوی، صفحہ 45)

ولادت رسول کریم ﷺ:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ربیع الاول کی بارہویں رات مجھ پر اچانک رعب طاری ہوا اور وہ پیر کی رات تھی میں اس وقت تنہا تھی۔ اسی حالت میں دیوار شق ہوئی اور اس سے کھجور کے لمبے درخت کی طرح دراز قد عورتیں نمودار ہوئیں، وہ عبد مناف کی بیٹیوں کی طرح سفید صنوبر رنگت کی حامل تھیں اور ان سے کستوری کی خوشبوئیں مہک رہی تھی انھوں نے فصاحت لسانی اور شیریں کلام کے ساتھ مجھے سلام کیا اور کہا خوف وغم نہ کرو میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ہم حواء، آسیہ اور مریم بنت عمران ہیں۔ ان کے ساتھ دس عورتیں اور بھی تھیں۔ میرے پوچھنے پر انھوں نے بتایا ہم ”حورعین“ ہیں ولادت سید المرسلین کے باعث حاضر ہوئی ہیں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے عام عورتوں کی طرح بوجھ، تکلیف وغیرہ کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری نگاہ سے حجاب اٹھا دیئے میں نے مشارق و مغارب کو دیکھا اور تین جھنڈے بھی دیکھے جن کو مشرق، مغرب اور بیت اللہ کی چھت پر نصب کیا گیا، فرشتوں کو فوج در فوج دیکھا، سبز رنگ کی ٹانگوں اور یاقوت جیسی چونچ والے پرندوں سے فضا معمور تھی جو مختلف زبانوں میں تسبیح الٰہی کر رہے تھے مجھ پر پیاس کا غلبہ ہوا تو ایک پرندہ جس کے پاس سفید موتی جیسا پانی تھا میرے پاس لایا، یہ پانی برف سے ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ شیریں تھا میں نے پی لیا تو میرا دل شاداب و فرحاں ہو گیا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ سرمہ ڈالے ہوئے، تیل لگائے ہوئے، ختنہ شدہ،

ناف بریدہ، معطر حالت میں اللہ عزوجل کو سجدہ کیے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے کائنات عالم میں تشریف لائے۔ بے شک آپ کامل وجود والے نور تھے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان آمنة قالت لما وضعته صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رأیت سحابة عظیمة لها نورا اسمع فیها صهیل الخیل وخفقان الاجنحة و کلام الرجال۔ حتی غشیته و غیب عنی فسمعت منادیا ینادی طوفوا بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی مشارق الارض و مغاربها وادخلوه البحار لیعرفوه باسمه و نعته و صورته فی جمیع الارض واعرضوه علی کل روحانی من الجن والانس والملائکة والطیور والوحوش واعطوه خلق آدم، ومعرفة شیث، و شجاعة نوح، وخلة ابراهیم ولسان اسماعیل، و رضا اسحٰق، و فصاحة صالح، و حکمة لوط، و بشریٰ یعقوب، وشدة موسیٰ، و صبر ایوب، و طاعة یونس، وجهاد یوشع، و صوت داؤد، وحب دانیال، ووقار الیاس، و عصمة یحییٰ و زهد عیسیٰ، واغمسوه فی اخلاق النبیین قالت ثم انجلی عنی فاذا به قد قبض علی حریرة خضراء مطویة طیا شدیدا ینبع من تلك الحریرة ماء واذا قائل یقول: بخ بخ قبض محمد علی الدنیا لم یبق خلق من اهلها الادخل طائعا فی قبضته قالت ثم نظرت الیه صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاذا هو کالقمر لیلة البدر و ریحه یسطع کالمسك الاذفر، واذا بثلاثة نفر فی ید احدهم ابریق من

فضۃ وفی ید الآخر طست من زمرد اخضر وفی ید الثالث حریرۃ بیضاء فنشرھا فاخرج منھا خاتما تحار ابصار الناظرین دونہ فغسلہ من ذلک الابریق سبع مرات ثم ختم بین کتفیہ بالخاتم ولفہ فی الحریرۃ ثم احتملہ فادخلہ بین اجنحتہ ساعۃ ثم ردہ الی۔

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 212)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے میں نے نورانی سفید بادل دیکھا جس سے گھوڑوں کے ہنہنانے جیسی اور پروں کی آواز اورلوگوں کی باتوں کی آواز آرہی تھی ۔ یہاں تک کہ اس بادل نے آپ کو چھپالیااور آپ مجھ سے غائب کر دیئے گئے۔میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشرق ومغرب اور سمندروں کی سیر کراؤ تاکہ سبھی ان کے نام اوصاف اور آپ کی صورت پہچان لیں۔ان کے سامنے روحانی طور پر تمام جن وانس، ملائکہ اور وحوش وطیور کو پیش کرو۔انہیں خلق آدم، معرفت شیث، شجاعت نوح، خلت ابراہیم، لسان اسماعیل، رضاء اسحاق، فصاحت صالح، حکمت لوط، بشارت یعقوب، جلال موسیٰ، صبر ایوب، طاعت یونس، جہاد یوشع، لحن داؤد، محبت دانیال، وقار الیاس، عصمت یحییٰ اور زہد عیسیٰ دے دو اور انہیں جملہ اخلاق انبیاء کے سمندر میں غوطہ دو۔

حضرت سیدہ فرماتی ہیں پھر وہ بادل ہٹا میں نے آپ کو لپٹی ہوئی سبز ریشم ہاتھ میں لیے ہوئے دیکھا اس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا' واہ واہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام دنیا پر قبضہ فرمالیااور اہل دنیا میں

سے کوئی ایک مخلوق بھی باقی نہ رہی، مگر وہ آپ کے قبضہ میں داخل ہوگئی۔

حضرت سیدہ فرماتی ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ چودھویں کے چاند سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے اور آپ کے جسم مبارک سے مشک اذفر پھوٹ رہی تھی۔ پھر میں نے تین اشخاص کو دیکھا ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا، دوسرے کے پاس سبز زمرد کا طشت تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشمی کپڑا تھا اس نے وہ کپڑا کھولا اور ایک انگوٹھی نکالی جو اتنی چمکدار تھی کہ دیکھنے والے کی آنکھیں چندھیا جائیں، پھر اس آفتابہ کے پانی سے آپ کو سات مرتبہ غسل دیا گیا، اس کے بعد آپ کے دونوں شانوں کے درمیان اس انگوٹھی سے مہر لگائی، پھر آپ کو اس ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور کچھ دیر اپنے بازوؤں میں لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میرے سپرد کر دیا۔

عجائبات ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت بہت سے غیبی خوارق اور انوکھے واقعات رونما ہوئے۔ یہ آپ کی نبوت کی ابتداء تھی اور ان واقعات سے یہ بتانا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مختار و مجتبیٰ ہیں۔ آسمانوں کی حفاظت سخت کر دی گئی اور اس کی طرف چڑھنے والے سرکش جنات اور شیاطین کو واپس دھکیل دیا گیا اور جب بھی کوئی مردود رجیم اوپر جانے کی کوشش کرتا اسے آگ کے شعلوں سے مارا جاتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے آسمانی ستارے جھک گئے اور ان کی روشنی سے حرم کی پشت اور بلند زمین چمک اٹھی اور آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے، سرزمین مکہ کے رہنے والوں نے شام کے مکانات اور غیر آباد جگہیں دیکھیں۔

مدائن میں کسریٰ کے ایوان لرز اٹھے اور کسریٰ کا تخت دہشت سے ٹوٹ پھوٹ گیا۔فارس کا آتش کدہ آپ کے چمکتے اور روشن چہرہ کی بدولت بجھ گیا۔قم اور ہمدان کے درمیان واقع بحیرہ سادہ خشک ہو گیا۔اس کی تباہ کن موجیں ختم اور اس کے سوتے سوکھ گئے۔خشکی اور جنگلی علاقہ کے درمیان واقع وادی سماوہ بہہ نکلی۔اس سے قبل یہاں پانی کی بوند تک نہ تھی۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ میں جائے ولادت ''مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے معروف ہے مکہ وہ پاکیزہ شہر ہے جس کے نہ درختوں کو کاٹنے کا حکم ہے اور نہ ہی گھاس اکھیڑنے کی اجازت ہے۔راجح قول کے مطابق آپ بارہ ربیع الاول صبح صادق سے تھوڑا سا پہلے ''عام الفیل'' میں کائنات میں جلوہ افروز ہوئے۔عام الفیل سے مراد وہ سال ہے جس سال ابرہہ نے کعبۃ اللہ پر ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ''ابابیل'' کے ذریعے اسے تباہ و برباد کیا۔

عن حسان بن ثابت قال: انی لغلام یفعۃ ابن سبع سنین اوثمان اعقل کلما رایت و سمعت اذا یھودی بیثرب یصرخ ذات غداۃ: یا معشر یھود فاجتمعوا الیہ وانا اسمع قالوا: ویلك مالك؟ قال طلع نجم احمد الذی ولد بہ فی ھذہ اللیلۃ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 1 صفحہ 110)

حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں میں سات آٹھ سال کا سمجھدار بچہ تھا دیکھنا سننا یاد رہتا تھا ایک دن پچھلی رات میں نے سنا مدینہ میں ایک یہودی چیخ رہا تھا لوگ اس کی آواز پر جمع ہوئے اور پوچھا تجھے کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا احمد کے ستارے نے طلوع کیا اور آج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ افروزی ہو گئی۔

عن عائشۃ قالت: کان یھودی قد سکن مکۃ فلما کانت

اللیلة التی ولد فیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال!یامعشر قریش هل ولد فیکم اللیلة مولود قالوا!لا نعلم قال!انظروا فانه فی هذا اللیلة نبی هذا الامة بین کتفیه علامة فانصرفوا فسالوا فقیل لهم قد ولد لعبد اللہ بن عبدالمطلب غلام فذهب الیهودی معهم الی امه، فاخرجته لهم فلما رای الیهودی علامة خر مغشیا علیه وقال!ذهبت النبوة من بنی اسرائیل یا معشر قریش: اما واللہ یسطون بکم سطوة یخرج خبرها من المشرق والمغرب۔ (زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 226)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے مکہ معظمہ میں ایک یہودی بغرض تجارت رہتا تھا۔جس رات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے قریش کی مجلس میں گیا اور پوچھا کیا آج تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟انہوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم کہنے لگا دیکھنا آج رات اس امت کا نبی پیدا ہوا' اوراس کے شانوں کے درمیان علامت ہے' قریش نے جب گھروں میں جا کر پوچھا تو بتایا گیا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔وہ یہودی قریش کے ساتھ حضرت سیدہ آمنہ کے گھر آیا جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور مہر نبوت دیکھی تو بیہوش ہو کر گر گیا۔پھر کہنے لگا بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔اے قریش خدا کی قسم تمہارے حصہ میں وہ عزت و سطوت آئی کہ مشرق و مغرب میں تمہارے چرچے ہوں گے۔

ایک اہم سوال:

امام ابوعبداللہ بن حاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ حضور نبی کریم

ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول اور پیر کے دن کے ساتھ کیوں خاص ہے۔آپ کی ولادت رمضان المبارک یا اشہر حرام میں کیوں نہ ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت و حرمت عطا فرمائی نہ ہی شعبان المعظم یا جمعہ کے دن ہوئی؟ امام ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سوال اٹھا کر اس کے چار جواب دیئے ہیں:

جواب اول: حدیث پاک میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے دن پیدا فرمایا۔ درخت خوراک، روزی، پھل اور دیگر فوائد کے حامل ہیں جن سے نوع انسانی کی پرورش ہوتی ہے۔ درختوں سے مختلف قسم کی دوائی بنتی ہے جن سے زندگی قائم ہوتی ہے۔ درختوں پر نظر پڑنے سے دلوں میں خوشی اور طبیعتوں کو سکون حاصل ہوتا ہے۔حضور سید عالم ﷺ کا اس بابرکت دن دنیا میں تشریف لانا آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنا کیونکہ آپ کے باعث امت محمدیہ کو بہت بڑی برکات اور عظیم القدر خیرات نصیب ہوئی۔

جواب دوم: ربیع کا معنی ہے "بہار" موسم بہار میں زمین شق ہو کر اپنے اندر موجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور روزیوں کو ظاہر کر دیتی ہے۔موسم بہار میں باغیچے اور کلیاں کھل اٹھتے ہیں، دانوں اور گٹھلیوں کے سینے شق ہو کر انواع و اقسام کے نباتات کے پھل پکنے کی خوش خبری دیتے ہیں جن پر انسانوں کی زندگی، ان کے رہن سہن اور حالات کی بہتری کا دارومدار ہوتا ہے۔اس ماہ مبارک ربیع الاول میں حضور سید عالم ﷺ کی جلوہ گری میں اشارہ ہے کہ آپ کے سبب اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کے آغاز کی بشارت ہے گویا اپنے محبوب کی عظمت و شان کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔اصحاب ایمان کے لیے دونوں جہاں میں خوف و ہلاکت سے بچاؤ کی بشارت ہے اور کفار کے لیے رحمت یہ کہ آپ کے باعث عذاب الٰہی ان سے مؤخر ہو گیا جیسا کہ ارشاد

خداوندی ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ ؕ (سورہ الانفال:33)
اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب! آپ ان میں ہیں۔
سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلہ سے اپنے بندوں کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی اور آپ کے سبب نزول برکات، روزی اور رزق کی فراوانی ہوئی۔

جواب سوم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی حالت بہار کے مشابہ ہے موسم بہار تمام موسموں سے معتدل اور احسن ہوتا ہے کیونکہ اس میں نہ بے چین کرنے والی سردی ہوتی ہے اور نہ مبتلائے اضطراب کرنے والی گرمی نہ ہی اس میں رات اور دن حد سے بڑھ کر طویل ہوتے ہیں۔ موسم بہار موسمی امراض، علل اور عوارض سے پاک ہوتا ہے، یہ موسم لوگوں میں قوت، مزاج میں اصلاح اور سینوں میں انشراح کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ شریعت مطہرہ بھی اعتدال اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت نے وہ بوجھ اور طوق ختم کر دیئے جو ہم سے پہلی امتوں پر تھے۔

جواب چہارم: مشیت ایزدی یہ تھی کہ مختلف زمانے اور مکان حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزت و شرف حاصل کریں لیکن ان میں کوئی چیز بھی آپ کے لیے باعث شرف نہ ہو بلکہ وہ زمانہ اور مقام جس کا تعلق آپ سے ہو گیا وہ اپنے ہم جنسوں میں برتری اور عظمت کا حامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ماقبل مذکورہ واقعات میں ہوتی تو وہم پڑ سکتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے شرف عظمت پائی ہے اسی لیے حکیم مطلق نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ان سب کے علاوہ اور وقت میں رکھی تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم عنایت اور کرامت کا اظہار ہو سکے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔

عقیقہ مبارک اور نام کا انتخاب:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا اور قریش کو اس موقع پر دعوت دی گئی۔جب وہ کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو کہنے لگے اے عبد المطلب اپنے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کا نام ''محمد'' رکھا ہے۔وہ کہنے لگے تم نے اپنے خاندانی نام کیوں چھوڑ دیئے؟ حضرت عبد المطلب نے کہا میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اس کی مدح فرمائے گا اور مخلوق زمین پر۔

بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے خود حضرت عبد المطلب کو اس اسم گرامی کا الہام فرمایا تاکہ اسم و معنی دونوں میں مطابقت ہو جائے۔کیونکہ آپ اوصاف حمیدہ کے حامل ہیں۔جیسا کہ یہ خوبصورت شعر ہے:

وشق له من اسمه يجله
فذوا العرش محمود و هذا محمد

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اپنے نام سے مشتق کیا تاکہ آپ کو عزت بخشی جائے، عرش کا مالک محمود ہے اور آپ محمد ہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا کلام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حلیمہ سعدیہ فرمایا کرتی تھیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے یہ کلام فرمایا:

''اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا''۔

اللہ سب سے بڑا ہے، سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم کو اپنے ہاں لائیں تو اس وقت وہ علاقہ قحط سالی کی وجہ سے خشک ہو چکا تھا۔ آپ کی تشریف آوری سے کھیت لہلہانے لگے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے مویشیوں کی تعداد بڑھ گئی اور ان کی سعادت و خیر میں اضافہ ہوا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں جب آپ کو لے کر اپنے گھر داخل ہوئی تو بنی سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں رہنے والوں نے مشک و عنبر کی خوشبو نہ سونگھی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی گئی حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو تکلیف یا بیماری پہنچتی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست اقدس پکڑ کر تکلیف والی جگہ پر رکھتا فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم سے آرام آجاتا۔ یونہی اگر بکری یا اونٹ کو تکلیف ہوتی تو آپ کا دست مبارک تکلیف والی جگہ رکھنے سے آرام آجاتا۔

چاند ہے کھلونا میرے آقا کا:

بیہقی، ابن عساکر اور خطیب نے اپنی کتب میں حضرت عباس بن عبد المطلب کا یہ قول نقل کیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ کی علامت نبوت نے مجھے دی۔ میں نے آپ کو جھولے میں دیکھا کہ آپ چاند سے سرگوشیاں کر رہے ہیں اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جدھر آپ کا اشارہ ہوتا۔ چاند ادھر ہی جھک جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے روکتا تھا اور جب وہ عرش کے سامنے جا کر سجدہ کرتا تو میں اس کی آواز سنتا۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن:

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشوونما کا انداز عام لڑکوں کے پلنے بڑھنے سے بالکل مختلف تھا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افزائش ایک دن میں اتنی تھی جتنی عام بچوں کی ایک مہینہ میں ہوتی ہے۔روایات میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دو ماہ کے ہو گئے تو گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل بچوں کے ساتھ ادھر ادھر جانے لگے، تین ماہ کی عمر مبارک میں اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے۔چار ماہ گزرنے کے بعد دیوار کو پکڑ کر چلنے لگے۔عمر مبارک کے پانچویں ماہ از خود چلنے لگے، چھ ماہ کے بعد تیز رفتاری سے چلنے لگے، جب سات ماہ گزر گئے تو دوڑتے ہوئے ہر طرف آنے جانے لگے، آٹھ ماہ کی عمر مبارک میں بولنا شروع کر دیا اور فصیح کلام فرمانے لگے، دس ماہ پورے ہوئے تو آپ لڑکوں کے ساتھ تیز اندازی فرمانے لگے۔

؎ اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدت رضاعت پورے دو سال ہو چکی تو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کو ساتھ لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئیں اور ان کی خدمت میں عرض کی آپ کی مدت رضاعت بڑھا کر کچھ عرصہ مزید اس رحمت کامل کو میرے پاس رہنے دیں تاکہ ان کی پرورش اور زبان و بیان میں مزید پختگی اور مہارت پیدا ہو جائے۔

واقعہ شق صدر:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استر ضعت فی بنی سعد بن بکر فبینا انا مع اخ لی خلف بیوتنا نرعی بھما لنا۔اذا تانی رجلان علیھا ثیاب بیض بطست من ذھب مملوۃ ثلجا،

ثم اخذانی فشقا بطنی، واستخرجا قلبی فشقاہ، فاستخرجا منه علقة سوداء فطرحاها۔ ثم غسلا قلبی و بطنی بذلك الثلج حتی انقیاہ ثم قال احدهما لصاحبه زنه بعشرة من امته فوزننی بهم فوزنتهم ثم قال زنه بمائة من امته فوزننی بهم فوزنتهم ثم قال زنه بالف من امته فوزننی بهم فوزنتهم فقال دعه عنك فواللہ لو وزنته بامته لوزنها۔ (سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 111)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا من بنوسعد بن بکر کے ہاں رضاعت گزار رہا تھا ایک دن میں اپنے بھائی کے ساتھ گھر کے پیچھے کھیت گیا جہاں ہم اپنی بکریاں چراتے تھے انتہائی سفید لباس میں ملبوس دو شخص میرے پاس آئے ان کے پاس برف سے بھرا سونے کا طشت تھا مجھے زمین پر لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا پھر قلب مبارک کو نکال کر چاک کیا اور اس سے سیاہ منجمد خون نکال کر اسے پھینک دیا۔ پھر اس پانی سے میرے قلب مبارک اور بطن اطہر کو دھو کر بند کر دیا۔

پھر ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا: ان کو ان کے دس اُمتیوں کے ساتھ تولو' تو اس نے میرا وزن ان کے ساتھ کیا لیکن میں بھاری رہا' پھر اس نے کہا سو کے ساتھ تولو' مگر میں بھاری رہا' پھر اس نے کہا ہزار کے ساتھ تولو مگر میرا پلڑا بھاری رہا' اس نے کہا بس رہنے دو خدا کی قسم اگر تم ان کو پوری امت کے ساتھ بھی تولو گے تو ان کا وزن زیادہ ہوگا۔

ان واقعات سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا خوفزدہ ہوگئیں اور آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بتانے پر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا تمہیں یہ ڈر ہے کہ شیطان اس کو کوئی نقصان پہنچائے گا۔ اللہ کی قسم! شیطان کا کوئی داؤ اس پر نہیں چل سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔ ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا اور دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار بعثت کے وقت ماہ رمضان غارحرا میں چوتھی بار شب معراج میں۔

واقعہ شق صدر کی حکمتیں اور اس پر وارد شدہ اعتراضات کے حوالے سے غزالی عصر علامہ احمد سعید کاظمی کی دل آویز بحث ملاحظہ فرمائیں۔

ایام طفولیت مبارکہ میں شق صدر کے بعد سینہ کو ٹانکے لگائے گئے:

صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 920 پر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زمین پر لٹا کر سینہ اقدس چاک کیا۔ قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینہ اقدس بند کر دیا۔ وہ بچے جن کے ساتھ آپ کھیل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ”اَنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ“ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہید کر دیئے گئے) لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینہ اقدس میں سوئی سے (سیئے جانے) کا نشان دیکھتا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شق صدر مبارک کے متعلق روحانی، منامی، کشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں۔ بلکہ یہ ”شق صدر“ اور چاک کیا جانا، حسی حقیقی اور امر واقعی ہے۔ کیونکہ سینہ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔ پھر حدیث پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد شہید کر دیئے گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے۔ یہ واقعہ بالکل حسی ہے۔اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیان سابق میں ہمارا یہ قول بے غبار ہو جاتا ہے کہ شق صدر مبارک بچپن میں آیا یا جوانی میں، قبل بعثت ہو یا بوقت معراج ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعد وفات حیات حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے کیونکہ انسان کا دل اس کی روح حیات کا مستقر ہوتا ہے۔اس کا سینہ سے باہر آجانا روح حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔گویا اس واقعہ میں اشارہ ہے کہ جس طرح قلب مبارک کے سینۂ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔اسی طرح وہ روح مبارک کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدہ جلیلہ:

فضیلت شق صدر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا ہوئی۔جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ کان فیہ الطشت التی یغسل فیھا قلوب الانبیاء (فتح الملہم جلد 1 صفحہ 100)

یعنی تابوت سکینہ میں وہ طشت بھی تھا۔جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے۔چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبعیت میں حیات حقیقی جسمانی عطا کی گئی۔لہٰذا شق صدر اور قلب مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا۔تاکہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے۔جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم کی گئی اور اس طرح بلا تخصیص و تقلید مطلقاً حیات انبیاء علیہم السلام ثابت ہو جائے۔

قلب مبارک کا دھویا جانا:

قلب اطہر کا زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ حضور سید عالم ﷺ سید الطیبین والطاہرین ہیں۔ ایسے طیب و طاہر کہ ولادت باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم ﷺ کو غسل نہیں دیا گیا۔ لہٰذا قلب اقدس کا زمزم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں۔ بلکہ قلب اطہر کے ساتھ ماءِ زمزم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

شق صدر کی حکمتیں:

شب معراج حضور ﷺ کے سینۂ اقدس کے شق کئے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں۔ جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفعل ہو جائے۔ جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سمٰوٰت کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الٰہی سے مشرف ہونے پر کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

حیات النبی کی دلیل:

علاوہ ازیں شق صدر مبارک میں ایک حکمت بلیغہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے حضور ﷺ کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہو گئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادۃً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبض روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے۔ لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کا قلب مبارک سینۂ اقدس سے باہر نکالا گیا پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ صاف کر دیا گیا۔ اس

کے باوجود بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدستور زندہ رہے جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح مبارک کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدستور زندہ ہیں۔ جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

قلب مبارک میں آنکھیں اور کان:

جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے۔ قلب سدید فیہ عینان تبصران واذنان شمعان۔

قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری جلد 12 صفحہ 410)

قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کیلئے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: انی اریٰ مالا ترون واسمع مالا تسمعون میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

دائمی ادراک:

جب اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے تو اب یہ کہنا کہ ورائے عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف حضور علیہ السلام کا دھیان نہ رہنا' عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ حضور علیہ السلام کی باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں۔ بلکہ دائمی ہے۔

شق صدر مبارک اور حضور علیہ السلام کا نوری ہونا:

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور علیہ السلام کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے۔ لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ان کی عبارت یہ ہے۔ و کنهه مخلوقا من النور لاینا فيه كما توهم (نسیم الریاض،شرح شفا قاضی عیاض جلد 2 صفحہ 238)

نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور:

اقول باللہ التوفیق! جو بشریت عیوب ونقائص بشریت سے پاک ہو اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینۂ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔فلم یکن الشق بآلة ولم یسل الدم (روح البیان جلد 5 صفحہ 106)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے۔اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غلبہ عطا کرے۔بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا' اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا (جیسے غزوۂ احد میں) تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

شب معراج شق صدر مبارک:

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینۂ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شگاف دیا گیا اور اس سے خون کا

لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا اور کہا کہ آپ کے اندر شیطان کا حصہ اگر ہوتا تو یہ ہوتا۔

خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حصہ:

علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے، یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے (جس طرح قوت سامعہ آواز کو اور قوت باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوت شامہ خوشبو اور بدبو کو اور قوت ذائقہ ترشی اور تلخی وغیرہ کو اور قوت لامہ گرمی اور سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے۔ اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے) یہ لوتھڑا جب حضور ﷺ کے قلب مبارک سے دور کر دیا گیا تو حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی، جو القائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ تقی الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے مراد یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی میں شیطان کا کوئی حصہ کبھی نہیں تھا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا۔ کیونکہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذات مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیہ میں سے ہے۔ لٰہذا اس کا پیدا کیا جانا خلقت انسانی کی تکمیل کیلئے ضروری ہے اور اس کا نکال دینا۔ یہ ایک امر آخر ہے جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی نظیر بدن انسان میں اشیاء زائدہ کی تخلیق ہے۔ جیسے قلفہ کا ہونا، اور ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اس طرح بعض دیگر زائد چیزیں (جن کا پیدا ہونا بدن انسانی کی تکمیل کا موجب ہے اور ان کا ازالہ طہارت و نظافت کیلئے ضروری ہے) مختصر یہ کہ ان اشیاء زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا تکملہ ہے اور ان کا زائل کرنا کمال تطہیر و تنظیف کا مقتضیٰ ہے۔ (شرح شفاء ملا علی قاری جلد 2 صفحہ 374)

اقول باللہ التوفیق۔ چونکہ ذات مقدسہ میں حظِ شیطانی باقی ہی نہ تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہمزاد مسلمان ہوگیا تھا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ولکن اسلم فلا یامرنی الا بخیر میرا ہمزاد مسلمان ہوگیا۔ لہٰذا سوائے خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میوہ کے ہے۔ جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم رہتا ہے اور اسی سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح وہ منجمد خون قلب انسانی کیلئے ایسا ہے‘ جیسے چھوہارے کیلئے گٹھلی اگر ابتداء نہ ہو تو وہ پختہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن پختہ ہوجانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے چھوہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی۔ اگر اسی طرح یہ بات ذہن نشین کرلی جائے کہ قلب اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا۔ جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے اور قلب اطہر سے اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا‘ جیسے کھجور اور انگور سے بیج اور گٹھلی کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا کہ اس لوتھڑے کو قلب اطہر میں ابتداء کیوں پیدا کیا گیا۔ (نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض صفحہ 293)

رہا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یوں کہا کہ ھذا حظك من الشیطان تو اس کا جواب یہ ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی ذات مقدس میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ذات پاک ہر شیطانی اثر سے پاک اور طیب وطاہر ہے۔ بلکہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہوسکتی تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا۔ جب اس کو آپ کے قلب مبارک سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ کی ذات مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہوسکے۔ لہٰذا حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے متعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ الفاظ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا' تو یہی خون کا لوتھڑا ہو سکتا تھا۔ مگر جب یہ بھی نہیں رہا تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذات مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان وحکمت سے لبریز تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان وحکمت اگرچہ جسم وصورت کے متعلق نہیں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان وحکمت کو جسمانی صورت میں متشکل فرما دیا اور یہ تمثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت ورفعت شان کا موجب ہے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال:

حضور سید العالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا ارادہ مبارک ہوا کہ وہ اپنے متوفی شوہر کی یاد وفا میں یثرب (مدینہ طیبہ) جا کر ان کی قبر کی زیارت کریں۔ چنانچہ آپ اپنے لخت جگر حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سرپرست حضرت عبدالمطلب اور اپنی خادمہ ام ایمن کی معیت میں پانچ سو کلومیٹر کی مسافت طے کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں' وہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننھیال ''بنی عدی بن نجار'' کے ہاں ''دار نابغہ'' میں ایک ماہ تک قیام پذیر رہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اس قیام کی بہت سی باتیں یاد تھیں' جب آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو یہاں کے در و دیوار کے ساتھ بچپن کی جو یادیں وابستہ تھیں۔ میرے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کا تذکرہ فرماتے' ایک دفعہ جب بنو نجار کی منازل سے گزرے تو آپ نے اس مکان کے بارے میں فرمایا: یہاں مجھے میری والدہ ماجدہ لے کر آئیں تھیں' اور بنی نجار کے تالاب میں میں نے تیرنا سیکھا۔ ام

ایمن فرماتی ہیں میں نے ایک یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ شہر (مدینہ طیبہ) ان کا دار ہجرت ہے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ایک ماہ قیام کر کے مکہ مکرمہ کیلئے واپس ہوئیں تو آپ علیل ہوگئیں، پھر علالت بڑھتی چلی گئی اور آپ کیلئے سفر جاری رکھنا مشکل ہوگیا' تقدیر کا نوشتہ غالب آگیا' حضرت سیدہ کو اپنے وصال کا یقین ہوگیا تو آپ نے اپنے نور نظر' سید انس وجاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر شفقت بھری نظر ڈالی اور بھیگی پلکوں کے ساتھ اپنے لخت جگر کو وہ تاریخی کلمات کہے جو آپ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

بارك فيك الله من غلام

يا ابن الذى من حومة الحمام

میرے بیٹے اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے

اے ان کے بیٹے جنہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا

نجا بعون الملك العلام

فودى غداة الضرب بالسهام

وہی جو انعام کرنے والے مالک کے فضل سے نجات پا گیا

قرعہ اندازی کرنے والے دن ان کا فدیہ ادا کردیا گیا

بمائة من الايل سوام

ان صح ما ابصرت فى المنام

چرنے والے خوبصورت سو اونٹوں کا فدیہ دیا گیا

اگر وہ خواب سچا ہے جو میں نے دیکھا ہے

فانت مبعوث الى الانام

تبعث فى الحل و فى الحرام

تو پھر تو خلق خدا کا نبی بننے والا ہے
وادی بطحا اور کائنات کے لوگوں کے لئے

تبعث فی التحقیق والاسلام
دین ابیک البر ابراھام

تیری یہ بعثت حق اور اسلام کے ساتھ ہو گی
تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہی نیکی (درست) ہے

فاللہ انھاك عن الاصنام
ان لا توالیھا مع الاقوام

اللہ کی قسم دے کر تجھے بت پرستی سے منع کرتی ہوں
لوگوں کے ساتھ مل کر انہیں دوست نہ بنانا

اپنے دریتیم، کائنات کے ملجا وماویٰ کو اس کے بعد مزید فرمایا:

کل حی میت، و کل جدید بال، و کل کبیر یفنی، وانا میتة و ذکری باق، و قد ترکت خیرا، وولدت طھراً۔

ہر زندہ کو موت آنی ہے، ہر نئی شے پرانی ہو جاتی ہے، کیوں کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ایک دن فنا ہونا ہے، میں اب دنیا چھوڑ کر جا رہی ہوں لیکن میرا ذکر خیر ہمیشہ رہے گا، کیونکہ میں خیر عظیم چھوڑ کر جا رہی ہوں، اور میں نے صاف اور پاک ذات (سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جنا ہے۔

ان اشعار و ملفوظات کو تحریر کرنے کے بعد علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

ھذا القول منھا صریح فی انھا موحدة اذ ذکرت دین ابراھیم، و بعث ابنھا بالاسلام من عند اللہ و نھیہ عن الاصنام وموالاتھا، وھل توحید شی غیر ھذا۔ التوحید

الاعتراف باللہ والھیۃ وانہ لا شریک لہ، والبرآۃ من عبادۃ الاصنام ونحوھا۔ (زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 312)

حضرت سیدہ آمنہ کا یہ قول اس بات کی صراحت ہے کہ آپ مومنہ موحدہ تھیں جب آپ نے دین ابراہیمی کا ذکر کیا' اپنے بیٹے کو یہ بتایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے ساتھ مبعوث ہو گا' بتوں اور ان کی دوستی سے منع فرمایا تو کیا توحید اس کے علاوہ کسی اور شے کا نام ہے توحید یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بت پرستی سے برأت کا اعلان' یہ سب ان اشعار سے ثابت ہے۔

آپ کے ملفوظات طیبات کو بغض کی عینک اتار کر پڑھا جائے اور حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب اور اقوال کو بنظر انصاف دیکھا جائے تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین طیبین طاہرین کے دامن اقدس سے کفر و شرک بلکہ ہر طرح کی برائی سے پاکدامنی' عفت وطہارت اور پاکیزگی آفتاب نصف النہار کی طرح روشن و آشکار ہو جاتی ہے۔ یہ وہ اقوال ہیں جن کے سننے اور پڑھنے سے اہل محبت کو ایمان کی تازگی میسر آتی ہے۔

مزار مبارک:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی مرقد مبارک ''ابواء شریف'' میں ہے یہ مقام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے' یہ ''وادی وذدان'' کا ایک گاؤں ہے وذدان سے ''ابواء شریف'' تقریباً چھ سات کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے' ابواء' وذدان اور مستورا ایک ہی رقبہ پر مشتمل ہے۔ اس میں ضمرہ' غفار اور کنانہ قبائل آباد ہیں' یہ علاقہ پتھریلا ہے اور راستہ ناہموار ہے۔ حضرت طیبہ طاہرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے یہ علاقہ خوشحال اور پرامن ہے۔

حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت کیلئے تشریف لایا کرتے' اور قبر مبارک پر رک کر دعا فرماتے۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنی والدہ کی قبر سنوارتے اور آپ کی چشمان مبارک بھیگ جاتیں' آپ کے جانثار صحابہ بھی اس منظر کو دیکھ کر رو پڑتے' یہ سرمدی منظر امت کیلئے بہترین نمونہ ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی عظیم ماں سیدۃ النساء طیبہ طاہرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے بے انتہا محبت تھی اور اکثر مواقع پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا تذکرہ بھی فرماتے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک اہل ایمان کیلئے ہمیشہ توجہ کا مرکز رہا ہے' سفر حرمین طیبین کے دوران آتے جاتے زائرین کے قافلے یہاں رکتے ہیں اور سنت نبوی پر عمل کر کے دارین کی سعادتیں حاصل کرتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کا وصال:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب نے کمال شفقت و محبت سے آپ کی کفالت اور سرپرستی کا فریضہ سرانجام دیا۔آپ حضرت عبدالمطلب کی دوسری تمام اولاد کے برعکس ان کی خلوت و آرام کے وقت بھی ان کے ہاں تشریف فرما ہوا کرتے تھے یعنی آپ دادا کے نہایت چہیتے تھے۔آپ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو حضرت عبدالمطلب بھی آپ کو داغ مفارقت دے گئے اور آپ کی کفالت کا ذمہ آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھائی جناب ابو طالب نے لے لیا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف بارہ سال کے قریب تھی تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ شام کے سفر پر تشریف لے گئے۔یہاں تک کہ شام کے ایک شہر ''بصری'' پہنچے اور بحیرہ راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں دیکھا وہ آپ کی صفات کریمہ دیکھ کر آپ کو پہچان گیا اور پاس آ کر آپ کا دست مبارک تھام کر کہنے لگا۔

"هٰذَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ هٰذَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ هٰذَا يَبْعَثُهُ اللهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ"۔

یہ تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اس سے سوال کیا گیا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے جواب دیا: جب تم کسی پہاڑی پر چڑھتے تھے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو انہیں سجدہ نہ کر رہا ہو' یہ سوائے نبی کے کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے اور میں انہیں مہر نبوت کی وجہ سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے کندھوں کی ہڈی سے نیچے سیب کی طرح بنی ہوئی ہے اور ہم نے یہ ساری نشانیاں اپنی کتاب تورات سے اخذ کی ہیں۔

جناب ابو طالب نے یہودیوں کے خطرہ کے پیش نظر آپ کو آگے لے جانا مناسب نہ سمجھا اور آپ کو لے کر واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر شام:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 25 برس کے قریب ہوئی تھی جب آپ اپنے سامان تجارت کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بصریٰ کے بازار میں نسطورر اہب کے صومعہ کے قریب ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ راہب آپ کے پاس آیا اور آپ کے سر اقدس اور پائے مبارک کو بوسہ دیا اور کہنے لگا: "اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ" میں گواہی دیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ وہی رسول ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے سوائے نبی آخر الزماں کے کوئی اور نہیں بیٹھے گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی مبارک:

ملک شام سے واپسی کے دو ماہ پچیس دن بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد سے نکاح فرمایا' جن کی عمر اس وقت قریباً چالیس سال تھی' حضرت خدیجہ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت خدیجہ کے والد کے پاس رشتہ طے کرنے گئے۔بیس اونٹ حضرت خدیجہ کو حق مہر میں ملے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی اس شادی میں موجود تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی عفت و پاکبازی کے باعث"طاہرہ" اور"سیدۃ النساء" کے لقب سے مشہور تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا ہی وہ پاکیزہ خاتون ہیں جنہیں سب سے پہلے امام الانبیاء کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا ہی اس امت میں سب سے پہلے مشرف بایمان ہوئیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی موجودگی میں نہ دوسرا نکاح فرمایا اور نہ ہی کسی لونڈی کو اپنے پاس رکھا۔امہات المومنین میں سب سے پہلے آپ کا انتقال ہوا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔سوائے حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو مقوقس کے حاکم اسکندریہ مصر نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔

شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کعبہ میں شرکت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً 35 سال تھی جب قریش نے امام الانبیاء کی ولادت مبارکہ کے وقت بیت اللہ کا حضور کے گھر کی طرف جھکنا' سیلاب اور دیگر وجوہات کی بناء پر کعبۃ اللہ کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا۔انہوں نے سعد بن ابی وقاص کے غلام"اقوم" کو کعبہ معظمہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔اس تعمیر میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک کار تھے اور آپ بھی قریش کے ساتھ مل کر بھاری پتھر اٹھا کر لاتے رہے۔

دورانِ تعمیر جب حجراسود کی تنصیب کا موقع آیا تو باہم اختلاف پیدا ہوگیا۔ پھر فیصلہ ہوا کہ اگلے دن حرم میں سب سے پہلے داخل ہونے والے کو ثالث مان لیا جائے۔ اگلے دن سب نگاہوں نے دیکھا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے جلوہ فرما ہوئے لہٰذا آپ نے فیصلہ کیا کہ ایک کپڑے میں حجراسود رکھ کر ہر قبیلے کا سردار کپڑے کا کونہ پکڑ کر اٹھائے جب حجراسود کا مقام قریب آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے حجراسود کو اپنے مقام پر نصب کر دیا۔ آپ کے اس عمل مبارک سے سرداران قریش کا اختلاف اسی وقت ختم ہوگیا۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کے جب چالیس سال مکمل ہو گئے تو پیر کے دن سترہ رمضان المبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے اعلان نبوت فرمایا' خالق کائنات نے ساری کائنات کی طرف آپ کو بشیر و نذیر اور رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے فیض رسالت کو مخلوقات تک پہنچایا۔ کفر و ضلالت اور گمراہی و تاریکی کو اپنے نور سے ختم فرمایا۔ اُمت کو دعوت و نصیحت اور کرم و شفقت کے ذریعے ہر مصیبت و آفت سے بچایا۔ یہاں تک کہ لوگ جوق در جوق آپ کی دعوت و تبلیغ پر دین اسلام کی آغوش میں آنے لگے۔ راہِ حق سے منحرف کر دینے والے راستوں سے دور ہونے لگے' حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے چارسو نورِ توحید کا اجالا پھیل گیا اور آپ سے محبت و وفاداری اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا صلہ خالق ارض وسماء نے جنت الفردوس تیار رکھا ہے۔

نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا مبارک:

علماءامت کی تحقیق کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مخلوق بالخصوص نسل انسانی کو اپنی تمام ضروریات زندگی سے زیادہ جس چیز کی احتیاج ہے وہ معرفت رسالت مآب ہے۔

کیونکہ جب تک سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت حاصل نہ ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ یعنی آپ کے احوال وکیفیات اور صورت وسیرت سے آگاہی، دنیوی و دینی محاسن اور خصائص عالیہ سے معرفت حاصل کرنا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں جمع فرمائے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال اعتدال کے ساتھ بھرے ہوئے جسم والے تھے، جس کی خوبی میں کسی عیب کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ نہایت متوازن، معتدل اور ایسی حسین وجمیل شخصیت کے مالک تھے جس میں حسن وتناسب کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ انوار وتجلیات ربانی کا مظہر اور عکس جمیل ہیں۔

چہرۂ انور:

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور، آئینہ جمال الٰہی اور مظہر انوار لامتناہی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ما رأیت شیئاً احسن من رسول اللہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل شے میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ کوئی شے فرمانے میں بہت زیادہ مبالغہ ہے۔ آپ کا حسن وخوبی ہر چیز پر فائق ہے رخ انور چاند سے کہیں بڑھ کر روشن اور تاب دار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے مقدس مکمل گول نہیں تھا بلکہ بیضوی شکل میں لمبائی وگولائی کا حسین امتزاج تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاند سے تشبیہ دینے میں ترجیح ہے چاند چونکہ اپنے نور سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور فرحت بخشتا ہے اور اس کے مشاہدہ سے دل کو انس ولذت حاصل ہوتی ہے اور اس کی طرف نظر کرنا ممکن ہے بخلاف آفتاب کے۔ ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنہ حقیقت کے عدم ادراک اور آپ کے فضل وکمال کی انتہاء سے عقل وفہم کے عاجز و درماندہ ہونے کی وجہ سے آفتاب سے بھی تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے خوبرو اور خوش طبع تھے۔

؎ حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
چاند سے منھ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

چشم مبارک:

حضور نبی کریم ﷺ کی چشمانِ مبارک بڑی اور بھنویں دراز تھیں۔آنکھوں کی پتلیاں گہری سیاہ اور پھیلی ہوئی تھیں۔آنکھوں کے سفید حصے کے ساتھ سرخ ڈورے ملے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھیں سرمگیں تھی گویا کہ قدرتی سرمہ لگا ہوا تھا حضور نبی کریم ﷺ اکثر گوشہ چشم سے نظر فرماتے یہ عمل انتہائی وقار اور حیا کے سبب تھا۔حضور نبی کریم ﷺ رات کی تاریکی میں بھی ویسے ہی دیکھتے تھے جیسا دن کی روشنی میں اور اسی طرح آپ کی نظر مبارک سامنے اور پس پشت یکساں تھی۔حضور نبی کریم ﷺ جب آرام فرماتے تو حالت نوم میں آپ کی آنکھیں سو جاتی تھیں لیکن قلب اطہر بیدار رہتا تھا۔

معنی قد رای مقصد ماطغی
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

گوش ہائے مبارک:

حضور نبی کریم ﷺ کے گوش ہائے مبارک کامل و اکمل تھے، آپ کی سماعت شریف کے بارے میں ایک حدیث وارد ہے کہ آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے، آپ نے فرمایا: آسمان کے بھی لائق ہے کہ آواز نکالے کیونکہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کسی فرشتے نے سجدہ نہ کیا ہو۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

جبیں سعادت:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک پیشانی کشادہ تھی۔حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔جب آپ کی پیشانی پر شکن آئی ہوتی تو ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشانی مبارک سے نیک بختی، سعادت اور نورانیت مترشح ہوتی رہتی تھی۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھنی، تیکھی، محرابی اور پوری غیر متصل بھنوؤں والے تھے، یعنی بھنویں مبارک آپس میں ملی ہوئی نہ تھیں۔اہل عرب بھنوؤں کے اس فاصلے والی صورت کو ترجیحاً پسند کرتے۔عربوں کی نگاہ تیز اور طبیعت نازک ہوتی ہے آپ کی بھنوؤں مبارک میں بال نہ تو پراگندہ تھے نہ چھدرے بلکہ خوبصورت اور متوازن تھے۔

؎ جن کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

بینی مبارک:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بینی مبارک لمبی، پتلی اور درمیان سے قدرے بلند تھی۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بینی مبارک ایسی نورانی تھی جب تک دیکھنے والا بغور نہ دیکھے یہی گمان کرتا آپ کی بینی شریف بلند ہے حالانکہ وہ اتنی بلند نہ تھی بلکہ یہ بلندی نور کی تھی جو ہر شے کو نمایاں دکھاتا ہے نیز اس خوبی میں نیک بختی اور سعادت مندی کی نشانی ہے۔

؎ نیچی نظروں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

دہن مبارک:

رسول اللہ ﷺ فراخ دہن تھے اور کلام کا کشادگی دہن سے آغاز فرماتے تھے اور اپنے شوق سے ختم کرتے، شوق کا معنی فصاحت سے کیا جاتا ہے آپ کے دہن مبارک سے کلام تام، کامل اور بھرا ہوا نکلتا تھا، شکستہ اور ناقص الفاظ نہ ہوتے حضور نبی کریم ﷺ فصیح کامل تھے۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمہ علم و حکمت پر لاکھوں سلام

لعابِ دہن شریف:

حضور نبی کریم ﷺ کا لعاب دہن بیماروں اور دلفگاروں کے لیے شفائے کامل تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں لگایا گیا تو اسی وقت تندرست ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے کنوئیں میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو مدینہ طیبہ میں کوئی کنواں اس سے زیادہ شیریں نہ تھا۔ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت تشنگی میں تھے، آپ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دی وہ اسے چوستے رہے پھر وہ سارا دن سیراب رہے۔

جس سے کھاری کنویں شیرہ جان بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

تبسم شریف:

حضور نبی کریم ﷺ ہمیشہ متبسم رہا کرتے اور کبھی کبھی ضحک فرماتے یعنی مسکراتے جس میں فرط خوشی سے دندان مبارک نمایاں ہو جاتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کبھی قہقہہ لگا کر نہ ہنسے اور نہ کبھی آپ نے جمائی ہی لی، کیونکہ جماہی اعضاء کی کسل مندی اور سستی کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جماہی سے محفوظ رکھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ ضحک فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتی

تھیں اور ان پر آپ کے دندان ہائے مبارک کا نور آفتاب کی شعاعوں کی طرح جلوہ افروز ہوتا۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

لہجہ شیریں:

حضور نبی کریم ﷺ کی آواز مبارک غایت درجہ پیاری تھی، آپ کی آواز سب سے زیادہ حسین اور دلکش تھی۔ زبان و بیان میں انتہائی فصاحت تھی آپ کا لہجہ بے حد شیریں اور آواز میں ایک طرح کا رعب تھا۔ حضور سید عالم ﷺ افصح العرب ہیں۔ نبی کریم ﷺ خوب واضح اور مفصل کلام کے ساتھ تکلم فرماتے۔ آپ ﷺ کے کلام مبارک کے خصائص میں ہے کہ آپ کو جوامع الکلم عطاء فرمائے گئے۔ جوامع الکلم سے وہ کلمات مراد ہیں جو غایت اختصار میں ہوں اور معانی کثیرہ کے حامل ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک کی فصاحت، جوامع الکلم، انوکھا اظہار بیان اتنا خوبصورت اور زیادہ ہے کہ اس کا حصر و احاطہ ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اعضاء مبارک میں وہ کمالات رکھ دیئے ہیں جن کا حصول اور کسی کے لیے محال ہے۔

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

دندان مبارک:

حضور نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک حد درجہ سفید اور نورانی تھے، دندان مبارک خوبصورتی کے ساتھ خوش منظر اور حسن ترتیب کا شاہکار تھے۔ آپ کے دانتوں کی رطوبت شیریں تھی، آپ ﷺ کے سامنے والے دو دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہ تھے

بلکہ ان میں ہلکا سا خلا اور کشادگی تھی۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان کے درمیان سے نور چھلکتا ہوا دکھائی دیتا اور دانتوں کے مابین خالی جگہ وہ نور چمکتا رہتا۔

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

سر اقدس:

حضور نبی کریم ﷺ کا سر مبارک بڑی پروقار شکل میں تھا، جو آپ کے اعصاب دماغی کے بلا آمیزش غیر معمولی طور پر مضبوط ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت ابوہالہ کی روایت میں ہے آپ کا سر مبارک عظیم تھا، عظیم ہونے سے سر کی بزرگی، وفور عقل اور جودت فکر مراد ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک زلفیں کبھی شانوں سے مس ہوتی تھیں تو کبھی آدھے کانوں تک، کبھی کانوں کی لو تک ہوتی تھیں اور کبھی ان دونوں سے بڑھ جاتی تھیں لیکن کندھوں پر نہیں پہنچ پاتی تھیں۔

آپ ﷺ پہلے پہل بال مبارک سر کے گرد یا پیشانی مبارک کی طرف چھوڑا کرتے تھے بعد میں سر اقدس کے درمیان مانگ نکال لیا کرتے تھے اور دونوں طرف دو دو کی صورت میں چار گیسو بنا لیتے تھے۔ محبوب خدا کے موئے مبارک گھرے سیاہ تھے آپ کی مقدس زلفیں نہ تو بہت زیادہ خمدار تھیں نہ ہی بالکل سیدھی بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت میں تھیں ہر وقت ایسا لگتا تھا جیسے کنگھی کی ہوئی ہے۔

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

لحیہ شریف:

حضور سید عالم ﷺ کی داڑھی مبارک میں بال بکثرت تھے، آپ کی داڑھی مبارک

گھنی تھی، لمبائی، چوڑائی، میں نہایت موزوں اور حسن تناسب کا نمونہ تھی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک سینہ مبارک پر تھی اور شارب یعنی لبوں کو ترشواتے تھے۔ کیونکہ آپ کے تمام معاملات اعتدال اور توازن پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک اور سراقدس میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔ بلکہ محتاط اعداد وشمار کے مطابق انیس موئے مبارک سفید تھے۔

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

گردن مبارک:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک کسی بے عیب تراشیدہ پیکر کی مانند تھی اور اس شفاف چاندی کی طرح نکھری ہوئی تھی جس میں تغیر اور ٹیڑھا پن نہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے آپ کی گردن مبارک سفید تھی گویا کہ چاندی سے بنائی گئی ہے۔

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

صدر مبارک:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک کشادہ اور کندھوں سے ملا ہوا تھا یہ ظاہری حلیہ کے بیان میں داخل ہے صدر معنوی کا ذکر آیت کریمہ میں ہے۔

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۝۱ ''اے محبوب کیا ہم نے آپ کو شرح صدر عطا نہ فرمایا''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا مقام بہت عالی ہے کیونکہ اس کا تمام وکمال ذات بابرکات سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود
شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

بطن اطہر:

آپ ﷺ کا شکم مبارک ہموار اور سینہ اقدس فراخ تھا نہ سینہ مبارک شکم سے بلند اور نہ شکم مبارک سینہ سے بلند دونوں برابر اور ہموار تھے۔حضرت ام ہانی کی روایت کے مطابق آپ کا شکم اطہر گویا کاغذ تھا جنہیں لپیٹ کر تہہ کر کے ایک دوسرے پر رکھ دیا ہے۔حلق مبارک کے نیچے سے بالوں کی ایک لکیر شاخ نازک کی طرح ناف سے ملی ہوئی تھی۔آپ کی پشت مبارک پاک صاف اور سفید و ہموار تھی۔آپ کی پشت مبارک اور بطن اقدس (پیٹ مبارک) پر اس کے علاوہ بال نہ تھے۔البتہ آپ کے بازوؤں ٗشانوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال مبارک تھے۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

مبارک رنگت:

حضور نبی کریم ﷺ کا رنگ مبارک روشن و تاباں تھا ٗجمہور صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ آپ کا رنگ مبارک مائل بہ سفیدی تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے آپ ﷺ کی رنگت مبارک سرخ و سفید تھی اور آپ کی رنگت میں چمک اور تابانی خوب تھی۔بعض روایات میں ہے کہ رنگت مبارک گندمی تھی۔آپ ﷺ کی رنگت انتہائی خوش نما تھی اور دیدار جانفزا حاصل کرنے والوں کے قلوب کو موہ لیتی تھی۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

قد و قامت زیبا:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قد مبارک باغ قدس اور بوستان انس کی شاخ تھا۔ انتہائی لطیف، درست اور چست تھا نہ کوتاہ قد نہ دراز لیکن مائل بہ درازی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متوسط القامت تھے۔ جب آپ لوگوں کے درمیان چلتے تو آپ ہی سربلند دکھائی دیتے تھے اور جب آپ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک کندھے لوگوں کے کندھوں سے نمایاں نظر آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم انور کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں ظاہر نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ آپ نور ہیں اور نور سے ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورانی اعضاء مبارکہ لباس مقدس سے جدا لباس کی اوٹ سے اپنے ہونے کا احساس دلاتے۔ گویا کوئی درخشندہ آفتاب ہے جو لوگوں کے درمیان رہ کر اپنی چمک والی رنگت کے ساتھ حسن و جمال کی انتہائی حدوں کو چھو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم معطر کی خوشبو مشک و کستوری سے بھی زیادہ معطر تھی۔ صحابہ کرام سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پسینہ مبارک کو اپنی خوشبویات میں ملایا کرتے تا کہ ان کی مہک میں مزید اضافہ ہو جائے۔

ان کے خد کی سہولت پہ بے حد درود
ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

مہر نبوت:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں، یہ ابھرے ہوئے سرخ گوشت کی طرح تھی۔ شکل میں سیب یا کبوتری کے انڈے جیسی تھی اس کے ارد گرد تل تھے اور اس پر گچھا نما بال بھی معلوم ہوتے، مہر نبوت جسد اطہر کی طرح صاف اور نورانی تھی۔ مہر نبوت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے وہ عظیم

نشانی ہے جس سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخصوص فرمایا گیا۔

حجر اسود کعبہ جان و دل
یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

دست ہائے مبارک:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتھیلی مبارک ریشم سے زیادہ نرم، مشک وعنبر سے زیادہ معطر اور برف سے زیادہ ٹھنڈی تھی۔ ہر بھلائی اور عطا کی طرف تیزی سے مائل ہونے والی تھی اور آپ کے دست ہائے مبارک کا پنجہ یعنی بند مٹھی بہت خوب صورت اور مائل بہ درازی تھا۔ آپ کے دونوں بازو اور کلائیاں مبارک فربہ یعنی گوشت سے پر تھیں۔ حضرت انس بن مالک کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک سے نرم حریر و دیباج کو نہ پایا۔ حضرت سعد کے جسم پر آپ نے دست اقدس پھیرا تو وہ فرماتے ہیں میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے جگر میں محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک کے آثار، صفات، برکات اور معجزات اتنے زیادہ ہیں کہ انہیں احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کردیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

قدم مبارک:

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک تلوے درمیان سے گہرائی والے تھے یعنی پاؤں مبارک کا درمیانی حصہ کچھ اٹھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں پاؤں نہایت ہموار اور ملائم تھے جن میں کوئی شکستگی اور گڑھا نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدمین شریفین کی انگشت سبابہ یعنی انگوٹھے کی ساتھ والی انگلی بقیہ انگلیوں سے قدرے دراز تھی۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ایڑیاں کم گوشت والی تھیں اور ہر ایڑھی اپنے حسن کے لحاظ سے فائق تھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم مبارک زمین سے بزور اور نپے تلے انداز میں اٹھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی پروقار طریقے سے چلتے تھے اور نہایت میانہ روی سے چلتے نہ اتنا تیز کہ باقی لوگوں سے بہت آگے نکل جائیں اور نہ اتنا آہستہ کہ پیچھے رہ جائیں۔ گویا زمین خوبصورتی سے ان کے لیے لپیٹ دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلنے میں آگے کی طرف جھکاؤ رکھتے اور سامنے کی طرف مائل رہتے۔

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم

اس کف پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

فضلات مبارکہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات مبارکہ سطح ارض پر دکھائی نہ دیتے تھے بلکہ زمین انہیں اپنے سینے میں سمیٹ لیتی تھی وہاں سے اسی وقت تر و تازہ خوشبو مہک اٹھتی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وجود اقدس اور اعضاء مبارکہ کے غیر معمولی ہونے کے باعث لوگوں میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے اور اس کے ساتھ آپ قوی و کامل حواس والے بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو خفیہ یا اعلانیہ کسی بھی حالت میں آپ پر غلبہ نہ پانے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضائے شریفہ کے اظہار میں قاعدہ کلیہ توسط و اعتدال ہے۔ کیونکہ مدار حسن و جمال اور بنائے فضل و کمال یہی توسط و اعتدال ہے۔

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود

پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا قدس کی ساری گفتگو ظاہری حلیہ اقدس کے متعلق ہے

ورنہ آپ کی کنہ حقیقت فہم وادراک سے بہت بلند ہے کوئی بھی دور ونزدیک سے پوری طرح معرفت حاصل نہیں کرسکتا۔ساری کائنات آپ کی کنہ حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے اور آپ کے فضل وکمال کی انتہاء کے مطالعہ سے عقل وفہم عاجز ہیں اور آپ کے اوصاف وکمالات کا بیان الفاظ سے ممکن ہی نہیں۔صورت ومعنی کے لحاظ سے حضور نبی کریم ﷺ کی کمال خلقت و اعتدال اور آپ کا جلال و جمال اس حد تک ہے جو حدواحصاء سے باہر ہے جو کچھ بیان ہوا وہ ایسے ہے جیسا دریا کے مقابلہ میں ایک قطرہ اور بیضاء کے ساتھ ایک ذرہ کو نسبت ہوتی ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کی مبارک عادات ومعمولات:

آنحضرت ﷺ کی باطنی خوبیوں اور بلند پایہ اخلاقی صفات کا تذکرہ بھی روایات میں بیان ہوا ہے۔آپ ﷺ اوائل عمر اور زمانہ بچپن سے لے کر لمحات وصل باری تعالیٰ تک بہترین اور کامل اخلاق کے حامل اور اعلیٰ ترین اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔آپ ﷺ جس طرح صورت میں سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل تھے ایسے ہی سیرت و اخلاق میں بھی تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبی والے تھے۔آپ ﷺ سب سے بڑھ کر سچی بات اور سچی زبان والے تھے۔عہدو پیمان کو سب سے زیادہ نبھانے والے تھے۔لوگوں میں فحش اور ناپسندیدہ امور سے سب سے زیادہ گریز فرمانے والے تھے۔یہاں تک کہ اعلان نبوت سے بھی پہلے آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا جاتا تھا' جوکہ آپ کی امانت داری' صداقت اور پاکیزگی کی شاندار گواہی بھی ہے اور اس بات کی شہادت بھی کہ آپ کے رب نے آپ کی ذات والاصفات کو کس قدر صفات عالیہ اور سچے سچے محاسن کریمانہ سے نوازا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر انصاف کرنے والے، سب سے زیادہ درگزر فرمانے والے، لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی والے، انسانوں کیلئے سب سے زیادہ بہتر انسان اور لوگوں کو سب لوگوں سے زیادہ نفع پہنچانے والے تھے۔

آپ کا دست مبارک سب لوگوں سے زیادہ نرم تھا اور آپ سب سے بڑھ کر کرم فرمانے والے تھے۔ آپ کے جسم اقدس اور مقدس سانسوں کی مہک ہر شخص سے بہتر اور بڑھ کر تھی۔ آپ ظاہری و باطنی طور پر تمام انسانوں سے زیادہ کامل اکمل تھے۔ آپ سب سے بڑھ کر رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے اور ہر اک سے زیادہ حسین سیرت و اخلاق کے مالک تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کی معرفت اور شدید خشیت رکھنے والے تھے۔ آپ ناراض کم ہوتے اور راضی بہت جلد ہو جاتے تھے۔ وضع داری کا پیکر اور فصیح اللسان تھے۔ شیریں بیان اور رعب وہیبت والے تھے۔ سب سے زیادہ معز ز اور پختہ و درست رائے کے مالک تھے۔

بلا ضرورت گفتگو کا آغاز نہیں فرماتے تھے۔ غصہ ہو یا رضا ہمیشہ حق بات قبول فرماتے تھے۔ لایعنی گفتگو کرنے والے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور کسی کی غلط روش کو برقرار نہیں رکھتے تھے۔ کبھی کبھی بیان جواز کیلئے کھیل بھی ملاحظہ فرماتے اور اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔ بعض دیہاتی گروہ آپ کی خدمت میں بلند آواز سے بولتے لیکن آپ تحمل کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

آپ کی محفل، علم وفضل، حیاء و متانت اور انکسار وصبر پر مبنی ہوتی تھی اور اس میں ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی خدمت میں آپ کے اصحاب کی آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔

آپ معززین کا اکرام فرماتے اور سرداران قوم اور بزرگی والوں کے ساتھ خوش دلی سے پیش آتے تھے۔ کسی سے اگر کوتاہی سرزد ہوتی تو اس کا جواب جفا سے نہیں دیتے تھے

جو شخص آپ کی خدمت میں عذر پیش کرتا' اس کی معذرت قبول فرماتے تھے۔

آپ مزاح بھی فرماتے لیکن سوائے حق بات کے کچھ نہیں کہتے تھے۔ آپ اٹھتے بیٹھتے ذکرِ الٰہی، تعلیم و تبلیغ اور حق کی تلقین میں مشغول رہتے تھے۔

آپ کے معمولات کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جو للہیت سے خالی ہو اس میں لازمی طور پر دنیوی اصلاح کا کوئی پہلو ضرور ہوتا۔ آپ نہایت حیاء اور عاجزی والے تھے' بڑائی' حسد یا لڑائی جھگڑے والے امور کو ترک فرما دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ اپنی نعلین شریف خود ہی مرمت فرما لیتے تھے اور کپڑوں میں پیوند بھی لگا لیتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ بھی نکال لیتے تھے اور اپنے اکثر کام خود کرتے تھے۔ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ کمال حسن و خوبی کا رویہ رکھتے تھے گھریلو کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ان کے گھروں میں ان کے ساتھ مل کر گوشت کاٹتے تھے۔ آپ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے تھے۔ ان کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور جنازوں میں ان کے ساتھ شرکت فرماتے تھے۔

حضور سید العالمین ﷺ سفید لباس بے حد پسند فرماتے' زیادہ تر روئی کا لباس پہنتے' صوف اور کتان کا لباس کبھی کبھی زیب تن فرماتے' جبہ' قبا' قمیص' ازار' عمامہ' ٹوپی' چادر' حلہ اور موزہ بھی آپ نے استعمال فرمائے ہیں' سبز رنگ کی یمنی چادر جو برو یمانی کے نام سے مشہور تھی وہ بھی آپ نے پسند فرمائی' سرخ سبز زعفرانی رنگ کے کپڑے بھی استعمال فرمائے۔ آپ کا بچھونا چمڑے کا گدا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے۔ کبھی کبھار (بطور تواضع) چادر اور چپل کے بغیر ننگے پاؤں پیدل چلتے تھے۔ ایسے ہی کبھی ٹوپی اور عمامہ شریف کے بغیر انکساری سے ننگے سر چلتے تھے۔

بعض اصحاب کرام کے ساتھ مریضوں کی مزاج پرسی کیلئے مدینہ منورہ زاد اللہ

شرفہ و کرمہ کے مضافات میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔آپ غریب' امیر' غلام' آزاد اور مساکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔جو میسر آتا زیب تن فرماتے اور جو موقع پر موجود ہوتا تناول فرماتے تھے۔ہر قسم کی سواری اونٹ' خچر' گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور چھوٹے بڑے سب آپ کے پیچھے سواری پر سوار ہوتے تھے۔ ہمیشہ سواری کرنا آپ کا مستقل معمول نہ تھا بلکہ کسی ناگزیر ہنگامی حالت کے علاوہ آپ پیدل چلنے کو ترجیح دیتے تھے۔

آپ نے غذا میں سرکہ' شہد' حلوہ' کھجور' روغن زیتون استعمال فرمایا' کدو شریف آپ کو بہت پسند تھا' حیس جسے گھی' پنیر اور کھجور ڈال کر پکایا جاتا ہے وہ بھی مرغوب تھا' گوشت بھی پسند فرماتے' ٹھنڈا پانی' دودھ اور کبھی دودھ میں پانی ملا کر نوش فرماتے' بودار چیزوں پیاز' لہسن وغیرہ سے کراہت فرماتے۔

آپ کبھی کسی غذا کے ذائقے کو برا نہیں کہتے تھے اور نہ ہی پیش کئے گئے کھانے میں کوئی نقص نکالتے تھے۔بلکہ بھوک کی صورت میں کھا لیتے بصورت دیگر ایک طرف کر دیتے تھے' یا ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ایسے ہی بچھونے میں بھی عیب نہیں نکالتے تھے بلکہ اگر بچھا دیا جاتا تو آرام فرما لیتے تھے ورنہ زمین پر ہی لیٹ کر نیند پوری کر لیتے تھے۔

آپ تحفہ قبول فرماتے تھے خواہ وہ خرگوش کی ران یا پانی کا گھونٹ ہی کیوں نہ ہوتا تھا اور اس کے جواب میں فقر و فاقہ کا خدشہ رکھے بغیر کوئی بہتر چیز عنایت فرماتے تھے۔

ملاقات کیلئے آنے والے کا اکرام فرماتے اور کبھی اپنی چادر مبارک اس کیلئے بچھا دیتے تھے اور اس کو چادر پر بٹھاتے تھے۔اپنا تکیہ مبارک اعزازی طور پر اسے عطا فرماتے تھے۔آپ ممکن حد تک کم کھاتے تھے اور اپنے دستر خوان سے اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر مساکین کیلئے اٹھا رکھتے تھے۔

کبھی کبھار بھوک کے باعث اور دنیا سے بے رغبتی اور گریز کے اظہار کیلئے شکم

اطہر پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے اور اس کے ذریعے ترک دنیا کی ترغیب اور انکساری کا اظہار فرماتے تھے۔

آپ ﷺ خدائی خزانوں اور ان کی ساری کنجیوں سے نوازے گئے تھے۔ بلند پہاڑوں کی آرزو تھی کہ آپ کیلئے زرو جواہر یا اجناس یا جو آپ چاہیں ویسے بن جائیں اور جہاں آپ جائیں آپ کے ساتھ ساتھ چلیں لیکن آپ نے اجتناب اور گریز فرمایا۔ آپ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص یہی گمان کرتا تھا کہ وہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و محترم ہے۔

آپ عطر اور اچھی خوشبو والی ہر چیز پسند فرماتے تھے' اور بودار ہوا اور تعفن کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ جب صحابہ کرام میں سے کسی کے ساتھ ملتے تھے سلام و کلام اور مصافحہ میں پہل فرماتے تھے' کبھی اظہار محبت و فرط مسرت کیلئے اس کا ہاتھ پکڑ کر دباتے اور اپنی گرفت اس پر مضبوط کرتے تھے۔

آپ ﷺ بیوہ اور بے شوہر خواتین کی دلجوئی اور حاجت روائی کیلئے ان کے ہمراہ چلتے تھے۔ ایسے ہی رحم دلی کے جذبے سے کمزور محکوموں کی درپیش مشکلات حل فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس بھی غلام' خدام اور کنیزیں تھیں۔ آپ کھانے پینے' اور پہننے اور دیگر استعمال کی چیزوں میں ان پر فوقیت اختیار کرتے تھے اور نہ ہی مساکین و فقراء کی تحقیر کرتے تھے اور کسی کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار نہیں فرماتے تھے اگرچہ وہ کتنا ہی کم مرتبہ ہوتا اور نہ ہی سرداروں اور رئیسوں کے رعب میں آتے تھے۔ ان سب کیلئے یکساں طور پر بارگاہ ربوبیت میں ایسی دعاء فرماتے جو ہر قسم کی لگی لپٹی اور نمائش سے خالی ہوتی تھی۔

آپ نے اپنے دست رحمت سے کسی کو کبھی نہیں مارا' نہ ہی کبھی کسی زوجہ کو مارا اور نہ ہی کسی غلام کو سوائے اس کے کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہوں۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ نے کسی تکلیف دینے والے سے انتقام لیا ہو۔ سوائے اس کے کہ ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب کی صورت میں سزادی ہو اور اللہ کیلئے شرعی بدلہ لیا ہو اور جب کبھی آپ سے کسی مسلمان یا کافر، خاص یا عام کے خلاف دعا کرنے کو کہا گیا تو آپ نے گریز فرمایا اور اس کے حق میں بھلائی کی دعا کی۔ آپ اکثر و بیشتر اپنے صحابہ کرام کے پیچھے چلتے تھے اور اپنی پشت اللہ کی طرف سے مامور فرشتوں کی محافظ جماعت کیلئے خالی رہنے دیتے تھے۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ سے کچھ مانگا گیا اور آپ نے انکار کیا ہو اور نہ ہی کبھی کسی کو برے الفاظ یا لغو فحش کلمات سے یاد فرمایا اور جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو معاملات میں سے ایک لینے کا اختیار دیا تو آپ نے ان دو میں سے اپنی امت کے حق میں آسان، ہلکا اور بہتر معاملہ اختیار فرمایا بشرطیکہ اس میں گناہ، قطع رحمی، یا بدگمانی پر اصرار کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔

مجموعی طور پر بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل آپ پر فرما دی اور اس حسن اخلاق کو اس درجہ کمال تک پہنچا دیا کہ کسی اور کیلئے اس کا حصول محال ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ایسے اوصاف حمیدہ اور شمائل جمیلہ جمع فرما دیئے جو تمام مخلوق میں سے کسی اور فرد میں جمع نہیں کئے گئے اور آپ کو حق تعالیٰ نے بہترین عادات اور حسین ترین اور کامل شمائل و خصائل سے بہرہ ور فرمایا اور آپ کو اولین و آخرین، ظاہر و باطن کا علم دیا جو آپ کے سوا تمام مخلوقات اور جہانوں میں کسی اور کو نہیں دیا گیا، الغرض کائنات میں کوئی کمال ایسا نہیں جو ان کے کمال سے ماخوذ نہ ہو۔ ایسے ہی کائنات میں جہاں بھی کوئی حسن موجود ہے وہ آپ ہی کے جمال لازوال سے مستفیض ہے۔

کوئی صاحب عقل و شعور اس بات میں شک نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات شریفہ کو آپ کے علاوہ کسی اور مخلوق یا انسان کی صفات پر قیاس نہیں کیا جا

سکتا۔ جیسا کہ آپ کے اخلاق کریمہ کو آپ کے علاوہ کسی بھی عہد کے خوش خلق لوگوں کے خلق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

مثال کے طور پر آپ کی صفت حیاء کو کسی اور حیاء پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ وہ کتنا ہی کامل حیاء والا ہو۔ بلکہ کسی بھی مومن، ولی اللہ اور پیغمبر میں پائی جانے والی حیاء و شرم آپ ﷺ کا پرتو ہے اور آپ کے بحر بیکراں کا ایک چھینٹا ہے۔ آپ ﷺ تو وہ ہیں، جنہوں نے صفت حیاء کا بکمال تمام احاطہ فرمایا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے ہر وصف و خوبی، تعریف و توصیف اور کمال و فضیلت کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ اسی لئے تو آپ ﷺ کے رب کریم عزوجل نے آپ ﷺ کی مدح ایسے کی ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۔

بیشک آپ عظیم ترین اخلاق والے ہیں۔

لہٰذا آپ ﷺ کا ہر نعت گو، نعت کی حقیقت سے عاجز ہونے کے باعث اختصار سے کام لیتا ہے اور کہتا ہے میں نے اور میرے علاوہ کسی اور نے بھی آپ سے پہلے یا بعد کوئی حسن و کمال کا پیکر آپ جیسا نہیں دیکھا۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی سننے میں نہیں آیا کہ انہوں نے آپ کے اوصاف حمیدہ کو کامل طور پر بیان کیا ہو اور اس کا باعث آپ کی عظمت شان اور ہیبت بھی ہے اور یہ بھی کہ ان اصحاب کو اس بات کا علم تھا کہ کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کماحقہٗ اس بارگاہ عظیم کی قدر و منزلت کے بیان کا حق ادا کر سکے۔

اسی لئے متقدمین میں سے بڑے بڑے قادر الکلام اور فاضل شعراء، جیسے ابوتمام، ابوالبحتری، اور ابن الرومی وغیرہ نے آپ کی نعت کہنے کی جرأت نہیں کی کیونکہ یہ ان کے فہم و فن سے بالاتر تھا اور ان کے ادبی میدان کی مشکل ترین

صنف تھی۔ اس لئے کہ تمام مطالب آپ کے مقام و مرتبہ سے فروتر ہیں اور ساری خوبیاں آپ کے اوصاف و محاسن سے کم درجہ کی ہیں اور آپ کی مدح و ثناء میں کیا جانے والا ہر غلو کم مرتبہ ہے۔ کسی بھی قادر الکلام اور وسیع المطالعہ شخص کیلئے نعت کا حق ادا کرنا سخت مشکل بات ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو کیسا ہی فصیح اور ماہر فن سمجھتا ہو۔

خصائص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اولین و آخرین کے سردار، ملائکہ مقربین کے آقا، تمام مخلوقات کے مولیٰ اور رب العالمین کے حبیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے افضل، قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ سے مخصوص ہیں، تمام کائنات کی طرف آپ کی رسالت عامہ مخصوص ہے۔ لواء الحمد کے مالک، حوض کوثر کے قاسم اور مقام محمود پر متمکن آپ ہی ہیں۔ معجزات باہرہ کے مالک، کرامات ظاہرہ و باطنہ اور حجت قویمہ مستقیمہ، ان گنت فضائل اور بے شمار خصائص و شمائل کے مالک آپ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محبت اور خلت سے آپ کو مصطفیٰ بنایا اور وہ قرب عطا فرمایا جو جہت، احاطہ اور منزلت سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج کے ساتھ مخصوص فرمایا اور بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت سے نوازا تاکہ بتایا جائے آپ ہی سید الکل اور اولین و آخرین کے مددگار ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وجودِ کائنات کا سبب ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک تمام مخلوق آپ کے بعض نور سے پیدا کی گئی۔ لہٰذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود شہود کی طرف تشریف لانا ہر موجود کے لیے رحمت ہے اور آپ ہی ہر

موجود کے وجود کا سبب ہیں اور تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں۔ لہٰذا آپ رحمت کافیہ اور نعمت وافیہ ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہی ارواح کے چشمے پھوٹے' پھر اس کے بعد عالم اجساد و اشباح میں جو پیدا ہوا سو پیدا ہوا۔ اگر آپ کی ذات مقدسہ کی تخلیق نہ ہوتی تو نہ افلاک بنائے جاتے اور نہ ہی املاک کا وجود ہوتا۔ جو ہستی اس مرتبہ و منصب کی ہے وہ عالمین کے لیے رحمت ہے اور بلاشبہ تمام کائنات آپ کے سبب مشرف ہے لیکن اس کائنات میں جو آپ کی فرمانبرداری و ایمان سے بہرہ ور ہوئے وہ ''شرافت'' پر باقی رہے اور جنہوں نے کفر و طغیان کیا ان سے وہ شرافت دور ہو گئی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سید الخلق ہیں اور آپ علی وجہ العموم سب سے افضل ہیں۔ جیسا کہ تمام اہلسنت کا اس پر اجماع ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کامل الاوصاف ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تمام ظاہری و باطنی کمالات جمع فرما دیئے اور آپ کو امام الکل بنایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی اللہ تعالیٰ کے لیے کامل عبودیت کی صفت سے متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تکمیل سے آپ ''کامل الاوصاف'' ہیں۔ آپ ہر کمال سے متصف' تمام فضائل سے مزین اور علوم و افعال کی بہترین خصلتوں کے مالک ہیں۔ اخلاق و احوال میں جو کمال و حسن ہو سکتا ہے وہ بدرجہ اتم آپ میں موجود ہے۔ آپ ہی حقائق ازلیہ کے مورد و مصدر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مقدسہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقائق کے ورود کا محل ہے اور پھر مخلوق کی طرف ان حقائق کے صدور کا محل بھی آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر نازل فرمایا آپ نے اسے محفوظ کر لیا۔ وہ جو

کسی دوسرے کی طاقت میں نہ تھا اور نہ ہی آپ سے پہلے کسی پر نازل کیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ بارگاہ الٰہی سے بلا واسطہ فیض یافتہ ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا نہیں، پس اللہ تعالیٰ سے آپ کے واسطہ کے بغیر فیض حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بارگاہ الٰہیہ سے کسی کامل کو جو کچھ ملتا ہے وہ آپ کے واسطے اور آپ کے ہاتھوں سے ہی ملتا ہے۔

رحمت عالم ﷺ تمام خصوصیات کے جامع:

حضور نبی کریم ﷺ کا عالم محسوسات میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اس لیے ظہور ہوا تاکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات کی آپ تکمیل فرمائیں۔ انبیاء سابقین میں جس قدر کمالات، ہدایت، معجزات اور خصوصیات تھیں وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس میں وافر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ فضیلت بخشی کہ فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا، حضور نبی کریم ﷺ کو اس سے بڑھ کر یہ فضیلت عطا کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے درجہ خلت عطا فرمایا مگر حضور سید عالم ﷺ کو اس سے بڑھ کر مقام محبت عطا فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا کہ آپ کے دست مبارک میں لوہا موم ہو جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ام معبد کی بکری کے خشک تھنوں پر دست اقدس پھیرا تو وہ دودھ دینے لگی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عرب جیسی قوم کے دلوں کو نرم فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمایا اور پرندے وغیرہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کیے جو آپ کے کام کرتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو براق عطا کیا گیا جو ہوا سے بدرجہا تیز ہے اور چرند و پرند حضور سید عالم ﷺ سے ہم کلام بھی

ہوتے اور تابع ایسے ہوئے کہ آپ پر ایمان لے آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا حظ وافر عطا ہوا مگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کل حسن عطا ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا مبارک سے بحر کو شق کیا اور اپنے عصا کے ساتھ پتھر سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے بڑھ کر عالم علوی میں تصرف فرمایا اور اپنی انگشت مبارک سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا اور اپنی انگلیوں سے چشموں کی مانند پانی جاری کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرما دیتے برص زدہ اور اندھے کو اپنے دست مبارک سے شفا دیتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھجور کے مردہ تنے کو زندگی عطا فرما دی اور درختوں اور سنگریزوں کا کلام کرنا، مردوں کے کلام کرنے سے زیادہ عجیب ہے۔ ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے شمار معجزات عطا فرمائے۔ بلکہ آپ کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علم وہدایت کا منبع ہیں:

بدرالطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی، اس سے پہلے ابلیس اپنے قدموں سے زمین کو روند چکا تھا جس سے زمین کا کچھ حصہ اس کے قدموں کے درمیان رہا اور بعض حصہ اس کے قدموں تلے آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر نفس امارہ پیدا کیے وہ زمین کے اس حصے سے پیدا کیے جس پر ابلیس کے پاؤں پڑے تھے، جس کی وجہ سے نفوس امارہ برائیوں اور شرارتوں کا مرکز بن گئے۔ جس حصہ زمین پر ابلیس کے قدم نہ لگے اس سے حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کی مٹی لی گئی۔ جب عزرائیل علیہ السلام اس جگہ کی مٹی اٹھا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت اس جگہ پر تھی اس لیے نفس امارہ کی جہالت کا ذرہ بھی اس مٹی میں نہ تھا بلکہ جہالت مکمل طور پر الگ

کر دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو ''علم و ہدیٰ'' کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کے قلب اطہر سے یہ علم و ہدایت شریف النفس لوگوں تک منتقل ہوا اور آپ کے نفسِ قدسیہ مطمئنہ نے حصہ پایا۔ جس سے ان نفوس کی حضور نبی کریم ﷺ کے ''نفس پاک'' سے مناسبت ہوگئی یعنی طہارت اصلیہ جو اصل مٹی میں تھی وہ ان حضرات میں بھی بقدر حصہ منتقل ہوئی۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کو اس بات سے جس قدر زیادہ قربت و مناسبت ہوگی وہ اسی قدر قبول، تسلیم اور کمال ذاتی میں زیادہ حصہ پائے گا۔ پھر بعض حضرات ایسے بھی ہیں جنہیں آپ ﷺ کے ساتھ طہارت ذاتیہ میں بہت قریب کی مناسبت ہے اور آپ کی میراث لدنی سے انہیں وافر حصہ ملا لیکن وہ بظاہر آپ سے از روئے مسکن و مدفن کوسوں دور رہتے ہیں۔ ان حضرات کی یہ دوری حضور ﷺ کے ساتھ معنوی قرب کے منافی نہیں۔ ان حضرات کا زمین کے دور دراز حصوں میں رہنا اور دفن ہونا اسی طرح ہے جس طرح آپ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کا روضہ شریف مدینہ منورہ میں ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کے انفرادی طور پر مکہ مکرمہ سے دور دفن ہونے میں آپ کے فضل کے اظہار میں زیادتی اور یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ متبوع ہیں تابع نہیں۔ کیونکہ اگر آپ مکہ مکرمہ میں ہی مدفون ہوتے تو آپ کی زیارت کرنے والا بالتبع آپ کا قصد کرتا۔ کیونکہ اصل قصد حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرنا ہوتا تو اس ارادے اور قصد کے اعتبار سے آپ تابع ہوتے اور یہ آپ کی ذات عالیہ کے لائق نہ تھا۔ لہٰذا اس کا تقاضا ہوا کہ آپ مخصوص جگہ میں انفرادی طور پر جلوہ گر ہوں تاکہ آپ کی زیارت کرنے والا صرف آپ کی زیارت کا قصد کر کے جائے اور لوگ اس بات میں ممتاز ہو جائیں کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے خوب تیاری اور مکمل ارادے کے ساتھ صرف اور صرف بارگاہ

نبوی کی حاضری کے لیے جاتے ہیں اور ان کا شد رحال صرف زیارت محبوب رب العالمین کے لیے ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام پیغمبروں کے نبی:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام پیغمبروں کے نبی اور ان تمام کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ باوجودیکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی نبوت پر باقی تھے۔ اسی لیے قیامت کے دن تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے جھنڈے تلے تشریف فرما ہوں گے اور دنیا میں شب معراج ایسا ہی ہوا کہ آپ نے امام بن کر نماز پڑھائی۔ تمام انسانوں کی طرف جس شخصیت کو رسول بنا کر بھیجا گیا وہ صرف اور صرف آپ ہیں لہٰذا آپ ہی سب کے سردار ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ ہر رسول کو ایک خاص قوم کی طرف بھیجا گیا اور آپ کو رسالت عامہ سے سرفراز کیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت ہر پیغمبر کی روحانیت کے ساتھ موجود ہے اور ان کی طرف امداد آپ کی روح مبارک سے ہی آتی رہی۔ جس کے ذریعہ یہ حضرات شریعتوں کا اظہار اور اپنے دور میں علوم کا فیضان بحیثیت رسول دوسروں تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں اپنے ظہور کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہی فیصلے فرمائیں گے۔ تمام آیات و معجزات جو بزرگ و محترم رسول لائے وہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرف سے ان کو پہنچے کیونکہ آپ فضیلت کے آفتاب ہیں اور وہ اس آفتاب کے ستارے ہیں جو انوار آفتاب کو لوگوں کے لیے تاریکیوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا تمام شریعتیں جو انبیاء کرام علیہم السلام لائے وہ آپ کی شریعتیں ہیں اور آپ کی طرف منسوب ہیں۔

اولین و آخرین کے سردار:

رسول کریم ﷺ اولین و آخرین، مقرب فرشتوں اور تمام مخلوقات کے سردار ہیں۔ وہ حضرات جن پر اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتیں نازل ہوئیں ان تمام میں سے حضور نبی کریم ﷺ بہترین اور افضل شخصیت ہیں، آپ کی ذات مقدسہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے خاصہ اور زبدہ ہیں اور آپ انبیاء کرام علیہم السلام کی وہ مہر ہیں جو ہر قسم کے فضائل و مناقب کی جامع ہے۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جو آپ کے نور میں غوطہ زن نہ ہوا ہو۔ آپ کے سمندر سے پانی حاصل کرنے والا نہ ہو، ہر نبی اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق اس سے بہرہ ور ہوتا ہے، ہر قسم کی خیر و برکت آپ ہی سے حاصل ہوتی ہے اور آپ کی طلعت سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ ہی تمام روح اعظم، آدم اکبر، صاحب کلمہ جامعہ اور رسالت محیطہ کے تاجدار ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ ہی تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے نام پر جمع کرنے والے ہیں اور تمام خیرات کے دائروں کے جامع بھی آپ ہیں، رسالت، نبوت، حقائق عیانیہ، اسرار توحید ربانیہ کے جامع بھی حضور سید عالم ﷺ ہی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے لیے ہی سب سے پہلے قبر انور شق ہوگی، سب سے پہلے آپ باہر تشریف لائیں گے، آپ ہی وہ پہلی شخصیت ہوں گے جو ”پل صراط“ سے گزریں گے، آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کا دروازہ کھولیں گے، حضور نبی کریم ﷺ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور حضور سید عالم ﷺ مقام عرش پر اس جگہ جلوہ فرما ہوں گے جہاں کوئی بھی کھڑا نہ ہوگا اور اس پر سب اگلے پچھلے رشک و غبطہ کریں گے۔

آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ حضور نبی کریم ﷺ کے فضل و شرف، علوشان، آپ

کی مدح وثناء، توقیر رتبی، رفعت مقام، علومرتبت، عظمت وتعظیم اورحفظ ادب پر صادق و دال ہیں۔کوئی بزرگی آپ کی بزرگی کے برابراورکوئی قدرآپ کی قدر کے مساوی نہیں، کتنی عظیم قدر و منزلت ہے جس کی مدح و ثناء پروردگار عالم مالک عرش عظیم فرمائے۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات، مراتب، فضائل، کمالات، خصائص اور درجات کی تفصیل کو حدوشمار میں لانا ناممکن ہے۔جو مناقب وکمالات بطور خاص آپ کو عطا کیے گئے ان میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک:

حضرت سید قاسم رضی اللہ تعالٰی عنہ: انہیں کی نسبت سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سب سے پہلے دوسال کی عمر میں وصال فرمایا۔

حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کے نام طیب وطاہر بھی تھے بعض لوگوں نے طیب وطاہر کو الگ شمار کیا مگر علماء کے نزدیک اثبت قول یہی ہے کہ طیب وطاہر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہا جاتا تھا۔حضرت عبداللہ کا بھی صغر سنی میں ہی وصال ہوگیا۔

حضرت سید ابراہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ: آٹھ ہجری ماہ ذی الحجہ میں متولد ہوئے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری اولاد ہیں۔ 18 ماہ کی عمر مبارک میں آپ کا وصال ہوا۔آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے آپ کے علاوہ باقی اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی صاجزادی ہیں۔ان کا عقد ان کے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع سے ہوا۔ابوالعاص کی والدہ ہالہ

بنت خویلد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن تھی ۔انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور ان سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں ۔جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں اٹھائے رکھتے ۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹے کی بھی پیدائش ہوا ان کا اسم گرامی ''علی'' تھا مگر وہ بلوغت کے قریب وصال فرما گئے ۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا: ان کا عقد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ یہ دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئیں پہلے حبشہ کی جانب پھر مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کی۔ان سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے ان کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی ۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی بچپن میں دو یا چھ سال کی عمر میں وصال ہو گیا۔حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال غزوہ بدر کے موقع پر ہوا۔

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمشیرگان کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ۔ 9 ہجری شعبان المعظم میں آپ کا وصال ہوا۔آپ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی ۔بعض روایات میں ہے کہ دو فرزند متولد ہوئے اور بچپن میں ہی وصال فرما گئے ۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا: حضرت زہرا سیدۃ النساء ہیں ۔تمام لوگوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے راہ و روش، صورت و سیرت اور کلام میں سب سے زیادہ مشابہ تھیں ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدر سے واپسی پر 2 ہجری میں ان کا عقد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔نکاح کے وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک سولہ سال کے قریب اور حضرت علی المرتضیٰ کی عمر مبارک بائیس سال کے قریب تھی ۔ 480 درہم مہر مقرر ہوا۔سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک پلنگ، ایک بستر، چادر، چکی اور ایک مشک بطور جہیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں ۔سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی لختِ جگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی

کیلئے ان کے گھر بھی تشریف لاتے۔حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت امام حسن مجتبیٰ، حضرت امام حسین، حضرت محسن، حضرت زینب، حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔حضرت محسن اور حضرت رقیہ کا ایام طفولیت میں وصال ہوگیا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت فاروق اعظم سے ہوا۔حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کا وصال حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا اور اس وقت آپ کی عمر مبارک 29 برس تھی۔

سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات:

جن خوش نصیب اور پاکدامن عورتوں کو حضور سید العالمین ﷺ نے شرف زوجیت سے مشرف فرما کر اپنے حرم پاک میں داخل فرمایا۔ان کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب:32)

اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی مقام و مرتبہ میں تم سب سے بلند ہو امام الانبیاء ﷺ کی نسبت حاصل ہونے کے سبب تم سب عورتوں سے ممتاز اور بلند ہو۔مزید فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب:33)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

قرآن حکیم میں امہات المومنین کے گھروں کو اللہ کی آیات اور حکمت کا سرچشمہ قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ (الاحزاب:34)

اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہوں اللہ کی آیتیں اور حکمت

عزت واحترام اور تعظیم وحرمت میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج کو تمام مومنین اور مسلمانوں کی مائیں قرار دیا گیا۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعظیم وتوقیر، ادب و احترام اور ان سے عقیدت ہر مسلمان پر لازم و واجب ہے ان کی شان مقدس میں بدگوئی کرنے والا گمراہ جہنمی ہے۔

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے ان سے نکاح فرمایا اور آپ کی موجودگی میں کسی اور عورت سے نکاح نہ فرمایا۔ آپ قریباً پچیس سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں رہیں۔ بہت عاقلہ اور فاضلہ خاتون تھیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائیں۔ انہوں نے اپنا سارا مال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا میں خرچ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مرقد مبارک جنت معلیٰ مکہ مکرمہ میں ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں بہت عاقلہ، فقیہہ اور عالمہ تھیں۔ انہوں نے نو سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں گزارے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے علاوہ کسی باکرہ سے نکاح نہ فرمایا۔ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کو بہت محبوب تھیں۔ وقت وصال حضور نبی کریم ﷺ کا سر اقدس آپ کی گود میں تھا اور آپ کے لیے جو حجرہ سید عالم ﷺ نے مختص فرمایا تھا اسی حجرہ مبارک میں حضور نبی کریم ﷺ آرام فرما ہیں۔

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا: یہ اوائل بعثت مکہ مکرمہ میں ہی ایمان لے آئیں انہوں نے پہلے اپنے خاوند حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت سکران کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ پہلے حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوا۔ یہ بدری صحابی ہیں ان کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت سے مشرف فرمایا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا: ان کا نام ہند بنت ابی امیہ مخزومی تھا ان کا نکاح پہلے حضور نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد ابوسلمہ عبد اللہ بن عبدالاسد کے ساتھ ہوا۔ان کے وصال کے بعد 4 ہجری میں حضور نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں ازواج مطہرات میں سے سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا: زمانہ جاہلیت میں یہ ام المساکین کے نام سے مشہور تھیں کیونکہ یہ فقراء اور مساکین کو کھلانا کھلاتیں اور سخاوت کرتی تھیں۔ان کا نکاح عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے حبالہ عقد میں آئیں۔

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا: ان کا نام برہ تھا حضور نبی کریم ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ پہلے یہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ پھر بعد

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حرم میں داخل ہوئیں ۔ان کا واقعہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے ۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا: ان کا نام بھی برہ تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا۔ یہ بہت عبادت گزار اور ذاکرہ تھیں ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے 6 ہجری میں ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔لوگوں کو جب اس نکاح کی خبر ملی تو انہوں نے بنی مصطلق کے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔آپ کے نکاح کی برکت سے سو خاندان آزاد ہوئے ۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا: یہ حضرت ابوسفیان کی صاحبزادی ہیں ۔ان کا نام رملہ تھا۔انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کیا اور حبشہ کی جانب ہجرت کی پہلے خاوند سے ایک بیٹی حبیبہ تھی اس وجہ سے آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے پہلا خاوند حبشہ جا کر مرتد ہوگیا۔ 2 ہجری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حبالہ عقد میں آئیں ۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا: آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ۔ یہ کنانہ بن ربیع کے نکاح میں تھیں ۔وہ غزوہ خیبر میں قتل ہو گیا اور یہ قید ہوئیں ۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا: 7 ہجری میں عمرۃ القضاء سے واپسی کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقام ''سرف'' میں آپ سے نکاح فرمایا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آخری زوجہ ہیں ۔تقدیر الٰہی کہ جس مکان میں آپ کی رخصتی ہوئی اسی جگہ آپ کا وصال ہوا اور آپ وہیں دفن ہیں ۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں دنیا سے رخصت ہوئیں اور باقی ازواج مطہرات حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد دنیا سے رخصت ہوئیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا:

ابن سائب کے قول کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیارہ چچا تھے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہونے کے ساتھ رضاعی بھائی اور ہم زلف رسول بھی ہیں۔ان کی بیٹی امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کو حضور کے نکاح کے لیے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضاعت کے سبب میرا ان سے نکاح نہیں ہوسکتا۔شیخ محقق فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ساتویں آسمان میں لکھا ہوا ہے۔حمزۃ اسد اللہ واسد رسولہ۔یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین دن پہلے ایمان لائے اور بدری صحابی ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں انہیں بڑا اعزاز حاصل تھا فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے حضرت عباس کی کنیت ابوالفضل ہے۔بیعت عقبہ میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت رکھتے تھے۔آپ نے بوقت وفات ستر غلام آزاد کیے، صاحب ثروت تھے خلفاء بنو عباس آپ کی نسل سے ہیں۔

حضرت ابوطالب: ان کا نام عبد مناف تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتے۔حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کا فریضہ انہوں نے سرانجام دیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ جب کھانا کھانے بیٹھتے تو جب تک سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دسترخوان پر جلوہ گر ہو کر کھانا

شروع نہ فرماتے اس وقت تک حضرت ابوطالب کسی کو کھانے کی اجازت نہ دیتے ۔خاندانی رواج و دستور کے مطابق اپنے بڑے بھائی زبیر کی وفات کے بعد انہیں سردار مقرر کیا گیا۔

مقوم: ان کا نام عبدالکعبہ بھی آتا ہے ۔ یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سگے بھائی تھے ۔ان کے علاوہ ابوطالب، زبیر، بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو ہے ۔

زبیر: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ چچا بہت بہادر اور انصاف پسند تھے اور یہ شاعر بھی تھے ۔ حضرت عبدالمطلب کے وصال کے بعد اپنے والد کے جانشین قرار پائے کنانہ اور ہوازن کے درمیان ہونے والے معرکہ فجار میں زبیر بن عبدالمطلب قریش کے سپہ سالار تھے ۔

ابولہب: اس کی والدہ کا نام لبنیٰ بنت ہاجرہ تھا اعلان نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا مگر بعد میں سخت مخالف ہو کر اپنے کفر پر اڑ گیا قرآن حکیم میں اس کی مذمت میں پوری سورہ نازل ہوئی ۔

حارث: یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں ان کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالحارث تھی ۔ان کی نسل زیادہ تر ملک شام میں آباد ہے ان کے بیٹے عبیدہ بن حارث غزوہ بدر میں شہید ہوئے یہ حضرت عبدالمطلب کی زندگی میں فوت ہو گئے ۔

غیداق: ان کا اصل نام مصعب تھا والدہ کا نام منعمہ بنت عمرو تھا ۔

صغار: بعض روایات میں ان کا نام ضرار آیا ہے یہ بہت فیاض تھے ۔

حجل: ان کا ایک ہی بیٹا تھا ہند اور ان کی آگے اولاد نہ ہوئی ۔

قثم: ان کی والدہ کا نام قتیلہ تھا ۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیاں:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا: حضرت زبیر بن عوام کی والدہ ہیں غزوہ خندق میں موجود تھیں اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ یہ حارث بن امیہ کی زوجہ تھیں بعد میں ان کا عقد العوام بن خویلد سے ہوا۔

حضرت امیمہ: یہ ام المومنین حضرت زینب بن جحش، حضرت عبد اللہ بن جحش اور حضرت حمنہ بنت جحش کی والدہ ہیں۔ ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا۔

ام حکیم بیضاء: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کی صاحبزادی ''اروی'' حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔

برہ: ان کا نکاح عبد الاسد سے ہوا ان کے بیٹے ابو سلمہ عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہیں کی بیوی تھیں ان کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

عاتکہ: یہ ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی کے نکاح میں تھیں ان سے دو اولادیں ہوئیں زبیر اور عبد اللہ یہ دونوں حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بھائی ہیں۔ ان کے حوالے سے غزوہ بدر کے متعلق ایک خواب کا سیرت نگاروں نے بہت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

اروی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی حقیقی ہمشیرہ ہیں۔ ان کا نکاح عمیر بن وہب سے ہوا۔

سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ کی ولادت واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ بعد ہوئی۔ والد کا نام ابو قحافہ عثمان بن عامر اور والدہ کا نام سلمی بنت فجر

ہے۔آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا ہے۔آپ کا اسم گرامی عبداللہ‘ کنیت ابوبکر اور لقب صدیق و عتیق ہیں۔ قبول اسلام سے لیکر وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سفر و حضر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہے۔انتہائی نازک حالات میں آپ کے کندھوں پر بار خلافت آیا لیکن آپ نے منکرین زکوٰۃ‘ مرتدین اور مسیلمہ کذاب کے خلاف لشکرکشی کر کے ریاست اسلامیہ کو مستحکم کر دیا۔تمام صحابہ نہ صرف آپ کی خلافت پر متفق تھے بلکہ آپ کی افضلیت پر بھی متفق تھے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ کی ولادت واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد ہوئی۔والد کا نام خطاب بن نفیل اور والدہ کا نام ختمہ بنت ہاشم ہے۔آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا ہے۔آپ کا اسم گرامی عمر‘ کنیت ابوحفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔آپ مراد رسول ہیں‘ امام الانبیاء نے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا فرمائی۔آپ کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو مدد و نصرت حاصل ہوئی۔آپ کے دور خلافت میں قیصر و کسریٰ کو فتح کیا گیا۔اسلامی مملکت بہت وسیع ہوئی۔آپ نے نظم حکومت مرتب فرمایا اور باقاعدہ ادارے تشکیل دیئے۔آپ کے بنائے ہوئے نظام حکومت سے دنیا آج بھی متمتع ہو رہی ہے۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ کی ولادت واقعہ فیل کے چھ سال بعد ہوئی۔والد کا نام عفان بن ابی العاص اور والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا ہے۔آپ کا اسم گرامی عثمان کنیت ابوعبداللہ اور لقب غنی‘ ذوالنورین ہے‘ آپ انتہائی باحیا تھے پاکیزگی و نفاست میں اپنی مثال آپ تھے آپ نے اپنے دور خلافت میں اسلامی حکومت کو مزید وسعت دی‘ اسلامی نظام معیشت کو مستحکم کیا۔مسجد نبوی اور مسجد الحرام

کی توسیع فرمائی۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ: آپ کی ولادت ظہور نبوت سے دس سال قبل ہوئی' والد کا نام ابوطالب بن عبدالمطلب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔آپ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔آپ کا اسم گرامی علی کنیت ابوالحسن' ابوتراب اور لقب اسد اللہ ہے۔سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفاء ثلاثہ آپ سے بہت محبت فرماتے' دنیا میں آنکھ کھولتے ہی سب سے پہلے چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی۔آپ فاتح خیبر اور شجاعت کا پیکر ہیں۔آپ کیلئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ڈوبا ہوا سورج واپس کیا۔اپنے دورِ خلافت میں بغاوتوں کا استیصال کیا' خارجیوں اور ناصبیوں کا قلع قمع کیا۔حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا زمانہ خلافت بھی آپ کے دورِ خلافت میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باندیاں:

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا: ان کا نام ماریہ بنت شمعون تھا۔اسکندریہ کے حاکم مقوقس نے بطور ہدیہ آپ کے پاس بھیجا عوالی مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے مکان بنایا جو مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور تھا۔بعض روایات کے مطابق سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا۔انہی کے بطن سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا: یہ بنونضیر کی باندیوں میں تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بطور ملک یمین انہیں شرف صحبت سے نوازا' اور ایک قول کے مطابق 8 ہجری میں انہیں آزاد کر کے نکاح فرمایا۔

حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا: یہ کسی سبایا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہوئیں تھیں اور ایک باندی وہ تھی جسے حضرت زینب بنت جحش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔

خدام بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

1- **حضرت عبداللہ بن مسعود** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: فقیہ امت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک، مسواک اور وسادہ (تکیہ) کی حفاظت ان کے ذمہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مجلس سے اٹھتے تو یہ نعلین مبارک پہناتے راہ میں آگے عصا لیکر چلتے۔ اشاعت قرآن کے ابتدائی دور میں ہی آپ نے ستر سورتیں حفظ کر لی تھیں، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دار اور جلوت وخلوت کے ساتھی تھے فقہاء صحابہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ انہی کی روایات اور استدلال پر مشتمل ہے گویا فقہ حنفی کے موسس اول آپ ہیں۔

2- **حضرت بلال** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ موذن رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفقات ان کے سپرد تھے۔ یہ مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ بازار سے چیزیں خرید کر لانا اور مہمانوں کے کھانے کا انتظام کرنا انہی کی سپرد تھا۔

3- **حضرت انس بن مالک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ دس سال حضور کی بارگاہ میں رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت پر مامور تھے۔

4- **حضرت ربیعہ بن کعب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان کے ذمے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرانا تھا۔

5- **حضرت عقبہ بن عامر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: دوران سفر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اونٹ لے کر چلتے۔

6- **حضرت ایمن بن ام ایمن** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: پانی کی چھاگل اٹھانے والے تھے حنین کے روز شہید ہوئے۔

7- **حضرت ابوذر غفاری** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان کا نام جندب بن جنادہ ہے قدیم الاسلام ہیں۔

8- **حضرت ابن شریک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: 9- **حضرت سعد مولیٰ ابی بکر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

10- **حضرت عامر ذومخمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: 11- **حضرت مہاجر مولیٰ ام سلمہ** رضی اللہ عنہا:

12- حضرت نعیم بن ربیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: 13- حضرت ابوا لسمح اباذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

14- حضرت ابوالحمراء ہلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

15- حضرت ثعلبہ بن عبدالرحمٰن انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

16- حضرت اسود بن مالک اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

17- حضرت بکیر بن شداح لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

18- حضرت ابوسلام سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

19- حضرت جزء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اس کے علاوہ چند عورتیں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں خدمت گزار تھیں۔

1- **حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا:** ان کا نام برکہ ہے۔ یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی تھیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں لے کر پرورش کرتی تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں آزاد فرمادیا۔

2- حضرت سلمیٰ ام رافع رضی اللہ عنہا: 3- حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا:

4- حضرت ام عیاش رضی اللہ عنہا: 5- حضرت خولہ جد حفص رضی اللہ عنہا:

اس کے علاوہ چند حضرات وخواتین کے نام بھی سیرت نگاروں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خدمتگاروں میں لکھے ہیں۔

موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

1- **حضرت اسلم ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کی خوشی میں آپ نے انہیں آزاد فرمادیا۔

2- **حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** حضرت خدیجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت

میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں متبنیٰ بنا لیا۔حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی قرآن مجید میں بھی مذکور ہے، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پہلے ان کے عقد میں تھیں۔ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت محبوب تھے۔

3- **حضرت سلمان فارسی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: دین حق کی تلاش میں نکلے مدینہ میں آ کر ایک یہودی کے قبضہ میں آ گئے۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خرید کر آزاد فرمایا۔طویل القامت اور عظیم الجثہ تھے۔

4- **حضرت شقران** رضی اللہ تعالیٰ عنہ: صالح نام تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کیا اور آپ نے انہیں آزاد فرمادیا۔

5- حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6- حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7- حضرت ابوعبداللہ ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8- حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9- حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10- حضرت رباح اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11- حضرت فضالہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12- حضرت سعید ابوکندیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13- حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محافظین بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

1- حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5- حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کاتبین بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5- حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6- حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7- حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8- حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9- حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12- حضرت شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14- حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
15- حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
16- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
17- حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
18- حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر اور قاصد:

1- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2- حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3- حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4- حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5- حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7- حضرت سلیط ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8- حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9- حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10- حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12- حضرت خبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤذنین بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

1- حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2- حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3- حضرت ابومحذورہ اوس بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4- حضرت سعد بن عائذ قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعراء:

1- حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3- حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4- حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5- حضرت اسود بن سریع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آلات حرب:

تلواریں: سیرت نگاروں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس تلواریں بیان فرمائی ہیں:

1- ذوالفقار 2- عضب 3- قضب 4- ماثور 5- مخذم

6- قلعیا 7- رسوب 8- ختف 9- اشوب 10- تبار

ڈھالیں: 1- ازلق 2- فتق 3- دوفر

زرہیں: 1- سعدیہ 2- فضہ 3- ذات الفضول 4- ذات الحواشی 5- حریف

نیزے: 1- مثوی۔ 2- مثنیٰ باقی دو کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

کمانیں: 1- روحا 2- بیضا 3- شوحط 4- کتوم 5- سداد 6- صفراء

سواریاں اور مویشی:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دس گھوڑے تھے۔

1- سکب 2- مزتجز: یہ وہ گھوڑا ہے جو اعرابی سے خریدا بعد میں وہ منکر ہو گیا اور حضرت خزیمہ انصاری نے گواہی دی۔

3- لزاز 4- لحیف 5- ورد بمعنی پھول 6- ضریس 7- ظرب 8- ملاوح

9- سبحہ اشقر 10- بحر: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھوڑا بہت پسند تھا۔

خچر: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر کا نام ''دلدل'' تھا بعض کے نزدیک فضہ اور ایلیہ نام کے دو خچر اور بھی تھے۔

درازگوش: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درازگوش کے نام یعفور تھا اسے عفیر بھی کہتے ہیں۔ یہ خیبر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی گواہی دی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کسی صحابی کو بلانا ہوتا

اسے بھیجتے یہ جا کر ان کے دروازے پر سر مار کر دستک دیتے' اور وہ صحابی بارگاہ نبوت میں حاضر خدمت ہو جاتے۔ اس کے علاوہ ایک اور دراز گوش ''عفرہ'' نام کا بھی تھا۔

اونٹنیاں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا نام ''قصواء'' تھا اس کو عقباء اور جدعاء بھی کہتے ہیں۔ اسی اونٹنی پر آپ نے ہجرت فرمائی اور سفر و حضر میں اکثر اس پر سواری فرماتے اس کے علاوہ دودھ دینے والی اونٹنیاں بھی تھیں۔

1- حناء	2- سمراء	3- عریس	4- سعدیہ	5- بغوم
6- یسیرہ	7- ریادتا	8- مہرہ	9- شقراء	10- بردہ

سمراء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور عریس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بردہ اونٹنی کا دودھ بہت زیادہ تھا شیخ محقق فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 45 کے قریب دودھ والی اونٹنیاں تھیں جو حضرت سعد بن عبادہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھیں۔ یہ جانور مدینہ طیبہ کے نواح میں مقام غابہ میں چرائے جاتے اور ان کا دودھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال کے کام میں آتا۔

بکریاں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سات بکریاں دودھ والی تھیں جن کو حضرت ام ایمن چرایا کرتی تھیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس گھر میں شب باشی فرماتے وہ ان کا دودھ اس گھر لے آتیں۔

حرفِ آخر:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کے لازم کردہ امور میں سے اولین حیثیت رکھتی ہے بلکہ یہ کسی بھی انسان کے ایمان کی صحت و کاملیت کے لیے بنیادی شرط ہے۔ یہ محبت ہلاکت سے بچانے والی اور جہنم سے آزاد کرانے والی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کی لذت سے آشنا کر کے رب العالمین کی رضا دلواتی ہے۔ محبت نبوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال ہر کمال کے حصول کے لیے شرط ہے یہ عظیم المرتبت اور کاملین کے سوا دوسروں کو عطا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ کمال ایمان کے لحاظ سے لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اور یہ مراتب و مدارج سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے کامل محبت کے معیار کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو کوئی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے جتنی شدید محبت رکھتا ہے اتنا ہی وہ ایمان و عرفان میں مضبوط کامل اور پختہ ہوتا ہے۔ محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر بکثرت کیا جائے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم محاسن و مناقب اور جلیل القدر اوصاف حمیدہ کا تذکرہ عام کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف و تبرکات اور متعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لطف اٹھایا جائے اور ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فروغ پر اظہار مسرت و فرحت اور شادمانی کی کیفیات کا اعادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت کی جائے۔

اے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے ہمیں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل محبت، خالص و کامل ایمان، نفع دینے والا علم، وسعت والا رزق، تڑپنے والا دل، نور قلب، پاکیزہ و نیک عمل اور خاتمہ بالایمان عطا فرما۔ آمین۔

وَ صَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَ اِمَامِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

باب دوم:

منکرین عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوالات کا مدلل جواب

حضور پُرنور شافع یوم النشور علیہ التحیۃ والثناء جب اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے تو اس وقت انسانیت کی پہچان ختم ہو چکی تھی لوگ کفر و شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکے تھے۔ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر نورِ ہدایت کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن کیا اور وہی لوگ جو شرک جیسے مہلک فتنہ میں مبتلا تھے وہ گلشن اسلام کے مہکتے پھول بن گئے اور یوں دین اسلام کا گلستان سرسبز و شاداب ہو گیا۔ دین اسلام کی برکت سے دنیا راحت، سکون، چین اور امن کا گہوارہ بن گئی اور دین اسلام کی مہک و خوشبو سے انسانیت کے مشام جان معطر ہونے لگے۔ لیکن یہود و نصاریٰ جو اسلام کے روزِ اول سے دشمن تھے انہوں نے اسلام کے خلاف سازشیں جاری رکھیں جس کے نتیجے میں کئی فتنے پیدا ہوئے۔ ان میں سب سے بڑا فتنہ مسلمانوں کے دلوں سے حُبِّ رسول کو ختم کرنا تھا آہستہ آہستہ اس فتنے کا اثر برصغیر میں بھی پہنچا تو یہاں کسی نے ختم نبوت کا انکار کیا تو کسی نے نبی کو اپنی مثل کہا اور کسی نے ابلیس کے علم کی وسعت کو تو مان لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی یہ کہہ کر نفی کر دی کہ یہاں کونسی نص وارد ہے۔ اس فتنے نے اپنی جڑیں اتنی مضبوط کیں کہ اس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔ اس کے زیر اثر لوگ مختلف طریقوں سے دین اسلام اور رسول امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ابہام پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ امت مسلمہ کے ایمان و ایقان کو متزلزل کیا جا سکے، ربیع الاول کے بابرکت مہینہ میں جب مسلم امہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے محافل کا انعقاد کرتی ہے تو ان کے اذہان میں تشکیک پیدا کرنے کیلئے مختلف باتیں کی جاتی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

- عہد رسالت میں میلاد کا کوئی ثبوت نہیں۔
- کسی صحابی کسی تابعی کسی امام اور کسی محدث سے محفل میلاد کا ثبوت نہیں ملتا۔
- ڈھول بجانا اور ڈانس وغیرہ کرنا ہی محفل میلاد کا مقصد ہے۔
- عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتداء کرنے والا حاکم بے دین ہے۔

- عید میلاد النبی پر پہلی کتاب ایک کذاب اور دنیا پرست شخص نے لکھی۔
- 12 ربیع الاول وفات النبی ہے نہ کہ میلاد النبی۔
- اسلام میں دو عیدیں ہیں تیسری عید کہاں سے آئی۔
- مسلمانوں اور عیسائیوں کا موازنہ۔

حقیقتِ میلاد:

مسلمانوں کے ہاں محفل میلاد یا جشن میلاد سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ولادت کا تذکرہ کرنا' ولادت کے موقع پر عجائبات کا ذکر کرنا' حضور کی ثنا خوانی کرنا' مسلمانوں کے دلوں میں حُبّ رسول کا جذبہ پیدا کرنا' سرکار کی سیرت کا تذکرہ کرنا اور لوگوں کو شریعت مطہرہ سے آگاہ کرنا ہے۔

جب میلاد کی حقیقت واضح ہوگئی تو آیئے ! دیکھتے ہیں کہ محفل میلاد کا حصہ بننے والے ہر عمل کا ثبوت قرآن وسنت میں موجود ہے یا نہیں؟

محفل میلاد کی ابتدا:

ذکر رسول ﷺ کے موضوع پر سب سے پہلی محفل کا انعقاد خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کے حاضرین و سامعین انبیاء کرام علیہم السلام تھے۔ اس میں رب کائنات نے رسول معظم کی جلوہ گری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

(آل عمران:81)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

"ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ" ان الفاظ پر بار بار غور کیجئے کیا یہ رسول کائنات کی اس دنیا میں جلوہ گری کا ذکر نہیں؟ اگر ہے تو یہی میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

(آل عمران:164)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں رسول بھیجا۔

مسلمان اسی احسان کی بجا آوری کے لیے اپنے نبی کا یوم ولادت مناتے ہیں۔ جس کا ذکر رب کائنات نے قرآن پاک میں فرمایا۔ اب رب کائنات نے بھیجا اور وہ رسول اس دنیا میں آیا اور رسول کائنات کا اس دنیا میں تشریف لانا ہی میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام:

رب کائنات نے عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا ذکر فرما کر ان پر ایمان لانے کا حکم دیا تو انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے وقت میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر ضرور فرمایا اور اپنی اقوام کو سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت اور آپ پر ایمان لانے کا حکم دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور میلادِ رسول ﷺ:

آج سے ساڑھے چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عالم انسانی کو یہ نوید سنائی۔

"وہ عربی ہوگا اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا وہ اپنے سب بھائیوں کے درمیان بودو باش کرے گا"۔

(پیدائش، باب 16-12)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ذکر رسول ﷺ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان الفاظ میں نبی مکرم ﷺ کی بعثت کا مژدہ فرمایا۔

"خُدا سردارسینا سے نکلا سعیر سے چمکا اور فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ"۔(استثناء، باب 33-2)

سرکار دوعالم ﷺ ہجرت کے بعد 8 ہجری کو جب مکہ میں دوبارہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ آپ کے جانثاروں کی تعداد دس ہزار تھی۔

حضرت داوٗد علیہ السلام اور ذکر نبی مکرم ﷺ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت داوٗد علیہ السلام نے بھی رسول کریم ﷺ کے ظہور کی خبر دی اور جگہ کا تعین بھی فرما دیا۔حضرت داوٗد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری حمد کریں گے وہ مکہ سے گزرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہوئے"۔(زبور،باب 6-48-50)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو انہوں نے

حضور ﷺ کے ظہور کی بشارت دی اور اشاروں کنایوں کے بجائے صراحتاً آپ کا اسم گرامی بتایا۔

”وہ ٹھیک محمد ﷺ ہیں جو میرے محبوب ہیں میری جان ہیں“۔

(تسبیحات سلیمان پ5-12)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ذکر نبی معظم ﷺ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے آخری نبی ہیں انہوں نے بھی اپنے پیش روانبیاء کی طرح حضور ﷺ کا تذکرہ فرمایا۔

”میری اور بہت سی باتیں کہ میں تم سے کہوں تم برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ فارقلیط (احمد) آئے گا تو سچائی کی راہیں بتا دے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا“۔ (یوحنا' باب16-12-13)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ (الصف:6)

میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

قرآن کریم اور میلاد انبیاء علیہم السلام:

قرآن حکیم ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اُمت مسلمہ کی راہنمائی کا بہترین ذریعہ

بھی تو آیئے دیکھتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے میلاد کے بارے میں اس کا نقطہ نظر کیا ہے:

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَسَلٰمٌ عَلَیۡهِ یَوۡمَ وُلِدَ وَیَوۡمَ یَمُوۡتُ وَیَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا ﴿۱۵﴾

(مریم:15)

اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن فوت ہو گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَیَوۡمَ اَمُوۡتُ وَیَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

(مریم:33)

اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

میلادِ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید:

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے متعلق قرآن حکیم میں مختلف اسالیب کو اپنایا گیا اور متعدد طریقوں سے حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا تذکرہ کیا گیا۔

پہلی آیت کریمہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَیُزَكِّیۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾۔ (البقرۃ۔129)

اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں جس رسول معظم کی بعثت کا ذکر ہے اس سے مراد فقط رسول کائنات ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

امام فخر الدین رازی :

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اما ان الرسول هو محمد ﷺ فيدل عليه وجوه احدها اجماع المفسرين وهو حجة" (تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 73)

اس مقام پر رسول سے مراد حضور ﷺ ہیں اس پر کئی وجوہ دلالت کرتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس امر پر تمام مفسرین کا اجماع ہے اور یہ بڑی حجت ہے۔

امام بیضاوی:

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولم يبعث من ذريتهما غير محمد صلوات الله عليه"

(تفسیر بیضاوی جلد 1 صفحہ 111)

اور نہیں مبعوث کیا گیا ان دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سرکار دو عالم ﷺ کے علاوہ کوئی نبی۔

جب مکہ میں حضور سید عالم ﷺ کے علاوہ اولاد اسماعیل علیہ السلام میں کوئی نبی

پیدا نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا اس آیت سے مراد رحمت عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی:

ابن جریر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

''قَالَ ھُوَ مُحَمَّدٌ ﷺ'' ۔فرمایا وہ محمد ﷺ ہیں ۔(الدر المنثور، جلد 1، صفحہ 304)

امام قرطبی نے بھی اسی مفہوم کی تائید کی ہے یعنی اس آیت سے مراد صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔

دوسری آیت کریمہ:

اسی سلسلے کی دوسری شہادت ملاحظہ فرمایئے! ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾

(الشعرأ 119-118)

وہ تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

علامہ علاؤ الدین خازن:

اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اراد و تقلبك فی اصلاب الانبیاء من نبی الی نبی حتی اخرجك فی ھذہ الامۃ''

(تفسیر خازن، جلد 3 صفحہ 334)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ و تقلبك سے مراد ہے کہ آپ

کی روح انبیاء کی پشتوں میں ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ اس امت میں جلوہ گر ہوئے۔

امام فخر الدین رازی:

آپ نے بھی اس آیت سے یہی معنی مراد لیا ہے۔

"ان یکون المراد ان اللہ تعالیٰ نقل روحہ من ساجد الی ساجد" (تفسیر کبیر جلد 24، صفحہ 83)

یہاں یہ مراد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل کیا۔

اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے حدیث پاک نقل فرمائی۔

"لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات"

مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل کیا گیا۔

روح البیان تفسیر بغوی اور روح المعانی میں بھی اسی مفہوم کو اپنایا گیا ہے۔ اگر اب بھی یہی اصرار کیا جائے کہ حضور کی ولادت کا تذکرہ خلق یا ولد جیسے مشہور الفاظ سے ہی ثابت کیا جائے تو اس کی شہادتیں بھی قرآن پاک میں موجود ہیں:

تیسری آیت کریمہ:

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ (الرحمٰن:3-1)

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔

یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کیا ہے جو مفسرین کی توجیحات کے عین مطابق ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی:

اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

"ای الجنس او آدم او محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (تفسیر نسفی، جلد 3، صفحہ 207)

انسان سے مراد یا جنس انسان ہے یا حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

علامہ حسین بغوی:

تفسیر بغوی میں اس آیت کا مفہوم یوں بتاتے ہیں:

"قال ابن کیسان خَلَقَ الْاِنْسَانَ یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

(تفسیر بغوی، جلد 6، صفحہ 243)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ کی تفسیر میں ابن کیسان نے کہا کہ اس سے مراد حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

صاحب تفسیر سمرقندی:

اس آیت کی ان الفاظ میں تفسیر فرماتے ہیں:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ یعنی الذی خلق آدم من ادیم الارض و یقال خلق محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (تفسیر سمرقندی، جلد 3، صفحہ 304)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ سے مراد وہ ذات جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کے خمیر سے پیدا کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ذات جس نے حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی:

آپ نے بھی اسی مفہوم کی تائید اس انداز میں کی:

الانسان سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور البیان سے مراد قرآن ہے۔
تفسیر بحر محیط، تفسیر خازن اور تفسیر قشیری میں بھی اس آیت کریمہ کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

چوتھی آیت کریمہ:

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے: ”وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ“ یعنی تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔

امام بیضاوی:

اس آیت کریمہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

”وَوَالِدٍ والوالد آدم او ابراهيم علیہ السلام وما ولد ذرية او محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ (تفسیر بیضاوی، جلد 5، صفحہ 492)

وَوَالِدٍ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور وما ولد سے اولاد یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔

امام فخر الدین رازی:

آپ نے اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی:

ان الوالد ابراهيم و اسماعيل وما ولد محمد عليه السلام و ذلك لانه اقسم بمكة ابراهيم بانيها واسماعيل علیہ السلام و محمد علیہ السلام سكانها (تفسیر کبیر جلد 31، صفحہ 181)

بے شک ووالد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں وما ولد سے مراد حضور علیہ السلام۔ اس لیے کہ قسم مکہ کی

ارشاد فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ کے بانی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضور علیہ السلام مکہ کے رہنے والے ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی:

اس آیت کی تفسیر میں یوں رقم طراز ہوئے۔

”ووالد والمراد به ابراهيم علیہ السلام وما ولد و هو اسماعيل فانه ولده بلاواسطة و محمد علیہ السلام فانه ولده بواسطة اسماعيل“ (تفسیر روح البیان، جلد 1، صفحہ 434)

والد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ولد سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ آپ کے بیٹے ہیں بغیر واسطہ کے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ وہ آپ کے بیٹے ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واسطے سے۔

اتنے عظیم مفسرین کی آراء سامنے آنے کے بعد تو انکار کی مجال نہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ سرکار کا ذکر ولادت قرآن پاک میں موجود نہیں بلکہ قرآن کریم میں تو آپ کی عمر کے تمام مراحل لڑکپن جوانی وغیرہ سب کا بیان موجود ہے بلکہ آپ نے کفار مکہ کے سامنے اللہ کی توحید اور اپنی رسالت پر سب سے پہلے دلیل ہی اپنی عمر مبارک کو بنایا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط (یونس:16)

میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں۔

پانچویں آیت کریمہ:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٥٨﴾ (سورہ یونس:58)

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ قول نقل فرمایا کہ فَبِذٰلِكَ سے دوبارہ اشارہ کیا ہے کہ خوشی صرف اللہ کے فضل اور رحمت پر ہی منانی چاہیئے یعنی انسان صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اس کی رحمت کی وجہ سے مسرور ہو نہ کسی اور دنیاوی سبب کی وجہ سے۔ اس لئے کہ عادی و دنیاوی لذتیں فانی ہیں اور ان کے زوال کا خطرہ لاحق رہتا ہے اور روحانی لذتیں جب حاصل ہوں تو ان پر اس لئے خوش ہونا ضروری ہے کہ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اور اس حیثیت سے خوش ہونا کمال اور باعث سعادت ہے۔

مفسرین کی اس بات کی تصدیق ما قبل آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے اور یہاں اللہ کی رحمت اور فضل سے مراد دین اسلام قرآن حکیم اور مسلمانوں کو ان کا اہل بنانا بھی مراد لیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی کو بھی مراد لیا گیا۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ قل بفضل اللہ سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور بوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ و برحمتہ میں رحمت سے مراد بھی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الدر المنثور جلد 3 صفحہ 934)

حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر خوشی منانے کا حکم ہے تو اس آیت سے معلوم ہوا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس، آپ کی ولادت باسعادت، جلوہ افروزی اور بعثت پر فرحت اور مسرت کا اظہار کرنا

مطلوب ومحمود ہے اور قرآن حکیم میں ہے۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَفَضْلٍ (آل عمران:171)

خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی

لہذا ثابت ہوا کہ امت مسلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری و بعثت کی وجہ سے فرحت ومسرت کا اظہار کرتی ہے۔حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں اور مومنین کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر خوشیاں مناتے ہیں۔جس ماہ مقدس میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اس پر خوشی کا اظہار کرنا' عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا اس آیت کریمہ کے مطابق انتہائی محبوب ومستحسن عمل ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محفل میلاد:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں مبعوث ہونے والے آخری نبی ہیں۔آپ نے انسانی زندگی کے ضابطہ حیات دین اسلام کو مکمل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (الاحزاب:21)

بے شک رسول تمہارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔

تو آیئے !دیکھتے ہیں کہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی زندگی میں کبھی اپنی ولادت کا تذکرہ کیا؟

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

''انهٗ جاء الى النبیِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فكانهٗ سمع شيئاً فقام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول الله قال انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ان الله خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم

فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا فانا خیرهم نفسا و خیرهم بیتا'' (مشکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 513)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے نسب کے متعلق کوئی بات سنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر پوچھا میں کون ہوں؟ سب نے عرض کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: میں محمد بن عبدالمطلب ہوں اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہترین مخلوق میں سے کیا پھر اس کے دو حصے کیے تو ان میں سے بہتر (عرب) میں کیا پھر ان کے چند قبیلے بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں کیا پھر اس قبیلے کے خاندان بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر خاندان قریش میں سے بنایا پس میں ذات اور خاندان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال! قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان اللہ خلق الخلق واختار بنی آدم و اختار من بنی آدم العرب، واختار من العرب مضر و اختار من مضر قریشا واختار من قریش بنی هاشم واختارنی من بنی هاشم فانا من خیار الی خیار۔ (المعجم الکبیر مرویات عبداللہ بن عمر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو ان میں سے بنی آدم کو چنا، اولاد آدم میں سے عرب کو چنا، اہل عرب میں سے مضر کو چنا، مضر میں سے قریش کو چنا، قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ میں نسل در نسل تمام مخلوق سے بہتر ہوں۔

پیر کے دن کا روزہ:

"عن ابی قتادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سئل عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه انزل علی"۔(مسلم جلد 1، صفحہ 368)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر والے دن روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ میری ولادت کا دن ہے اور اسی دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل ہوا۔

اس حدیث پاک میں واضح طور پر سرکار مدینہ علیہ السلام نے فرمایا کہ پیر کے دن کا روزہ یوم میلاد کے سبب سے ہے۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا:

"انا دعوۃ ابراھیم و بشارۃ عیسی و رویا امی التی رأت حین و ضعتنی و قد خرج لھا نور اضاء لھا منه قصور الشام"۔ (مشکوۃ شریف جلد 2، صفحہ 513)

میں دُعائے ابراہیم علیہ السلام ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا ان سے ایک نور نکلا جس سے انہوں نے شام کے محلات کو دیکھا۔

جہاں اس حدیث میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہے وہاں یہ تفسیر القرآن بالحدیث بھی ہے جن مذکورہ آیات کو پہلے نقل کیا جا چکا ہے ان کی تعیین خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دی کہ ان سے مراد میری ہی ذات گرامی ہے۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن ولادت خود منانا:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے شکرانے کے طور پر اپنی ولادت بابرکت کی خوشی میں جانور ذبح کیے بعض لوگوں نے کہا کہ جانور ذبح کر کے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عقیقہ فرمایا لیکن امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان جده عبدالمطلب عق عنه فی سابع ولادته والعقیقة لا تعاد مرة ثانیة فیحمل ذلك علی ان الذی فعله النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اظهار للشکر علی ایجاد الله ایاه رحمة للعالمین وتشریع لامته"۔ (الحاوی للفتاویٰ: جلد 196 صفحہ 1)

آپ کے دادا عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیقہ فرمایا اور عقیقہ زندگی میں دو بار نہیں کیا جاتا تو پس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کیا اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور اپنی اُمت کے لیے اسے مشروع بنایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محافل میلاد:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے اصحاب جانثار وفادار اور ہدایت یافتہ ہیں کامل اور اکمل ایمان والے ہیں یہاں تک کہ رب کائنات نے انہیں معیار ایمان قرار دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ج (البقرہ:137)

پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے۔

تو اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صحابہ کا خلاف اسلام بات پر اجماع نہیں ہو سکتا تو آیئے دیکھتے ہیں کہ صحابہ کا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا عمل ہے:

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

عن حزیم بن اوس یقول: ھاجرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصرفه من تبوك فاسلمت، فسمعت العباس بن عبدالمطلب یقول: یا رسول اللہ انی ارید ان امتدحك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قل لا یفضض فاك، قال: فقال العباس۔

من قبلها طبت فی الظلال و فی
مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر
انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد
الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم
اذا مضی عالم بدا طبق
حتی احتوی بیتك المهیمن من
خندف علیاء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت
الارض وضاء ت بنورك الافق
فنحن فی ذلك الضیاء و فی
النور و سبل الرشاد نخترق

(مستدرک امام حاکم جلد 4، صفحہ 42)

حضرت حزیم بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں ہجرت کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔میں نے سنا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ کی خدمت اقدس میں ایک نعت عرض کروں۔

آپ نے فرمایا: پڑھو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو ہر آفت سے محفوظ رکھے۔تو حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ نعتیہ قصیدہ پڑھا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تخلیق عالم سے قبل ہی پاک صاف تھے۔جنتی عمارت اور جنتی درختوں کے سائے میں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا اپنے ستر مبارک کو چھپانے کیلئے پتے لپیٹ رہے تھے۔

پھر آپ زمین پر تشریف لائے تو اس وقت نہ آپ جامہ بشری میں تھے اور نہ ہی گوشت کا ٹکڑا یا جما ہوا خون۔

آپ پاکیزہ پشت میں تھے جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے نسر بت کو لگام ڈالی گئی اور اس کے پجاری ہلاک ہو گئے۔

آپ آباؤ اجداد کی پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل ہوتے رہے اور زمانہ قرن بہ قرن بدلتا رہا۔

حتیٰ کہ آپ کا بے عیب اور محفوظ گھرانہ بڑے بڑے عالی نسب گھرانوں پر حاوی ہو گیا۔

پھر جب آپ کی اس کائنات میں جلوہ افروزی ہوئی تو آپ کے نور سے زمین و آسمان روشن ہو گئے۔

بے شک ہم آپ ہی کی روشنی و نور میں ہیں اور اسی نور کی بدولت ہم ہدایت

پر ترقی حاصل کر رہے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکرِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قالت عائشہ رضی اللہ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یخصف نعلہ و کنت جالسۃ اغزل فنظرت عرقہ یتولد نورا فبھت فنظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وقال مالک بھت فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظرت الیک فجعل جبینک یعرق و جعل عرقک یتولد نورا ولو رأک ابو کبیر الھذلی یعلم انک احق بشعرہ حیث قال۔

و مبرء من کل غیر حیضۃ
وفساد مرضعۃ و داء مخیل
واذا نظرت الی اسرۃ وجھہ
برقت بروق العارض المتھلل

قالت فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ما کان بیدہ وقام الی فقبل بین عینی و قال جزاک اللہ خیرا یا عائشۃ ما سررت منی کسروری منک۔(اتحاف السادۃ المتقین جلد 7 صفحہ 494)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے نعل مبارک درست فرما رہے تھے اور میں بیٹھی سوت کات رہی تھی آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ نور بن کر چمکنے لگا۔میں متعجب ہو کر اس منظر کو دیکھنے لگی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میری طرف نظر فرمائی اور حیرانی کی وجہ پوچھی تو میں نے عرض کی! اس وقت حضور کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے اور اس سے نورانی شعاعیں چمک رہی ہیں۔آپ کو اس حال میں اگر (زمانہ

جاہلیت کا مشہور شاعر) ابو کبیر ہذلی دیکھتا تو جان لیتا کہ اس کے ان اشعار کے صحیح مصداق آپ ہیں جو اس نے کہا۔

''وہ پاک ہے ہر آلودگی حیض، دودھ پلانے والی کی خرابی اور اس مرض سے جو زمانہ رضاعت میں صحبت کرنے سے ہوتا ہے جب میں اس کی پیشانی کی طرف دیکھتا ہوں تو ایسے چمکتی ہے گویا ہلکے ہلکے بادلوں میں چاند چمکتا ہے''۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک میں جو کچھ تھا آپ نے وہ رکھ دیا اور اٹھ کر میرے قریب تشریف لائے اور میری پیشانی کو بوسہ دے کر فرمایا: اے عائشہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے مجھے یاد نہیں پڑتا میں کبھی اتنا خوش ہوا ہوں جتنا آج تیری بات نے مجھے خوش کیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل میلادالنبی:

قال معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خرج علی حلقة یعنی من اصحابه فقال !ما اجلسکم؟ قالوا: جلسنا ندعوالله و نحمده علی ما هدانا لدینه و من علینا بك قال: الله!ما اجلسکم الاذلك" قالوا الله!ما اجلسنا الاذلك قال: اما انی لم استحلفکم تهمة لکم وانما اتانی جبرائیل علیہ السلام فاخبرنی ان الله عزوجل یباهی بکم الملائکة۔ (سنن نسائی کتاب آداب القضاۃ باب کیف یستحلف الحاکم)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا! اس محفل میں اس لیے بیٹھے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام

کی نعمت عطا فرمائی اور آپ کی جلوہ گری سے ہم پر احسان فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور شکر ادا کریں۔ حضور نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم صرف اسی لیے بیٹھے ہو۔ عرض کی! اللہ کی قسم ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں کہ اسلام کی نعمت اور آپ کی آمد پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ فرمایا: اے صحابہ میں نے کسی شک کی وجہ سے قسم نہیں لی بلکہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے خبر دی کہ تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محفل میلاد:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ کان یحدث ذات یوم فی بیتہ و قائع ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لقوم فیستبشرون و یحمدون اللہ و یصلون علیہ فاذا جاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال حلت لکم شفاعتی۔ (الدر المنظم: صفحہ 95)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن اپنے گھر میں ایک اجتماع سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے صحابہ کرام محظوظ ہو کر حمد الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام پڑھ رہے تھے اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور فرمایا تمہارے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

حضرت عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تعلیم میلاد:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مررت مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الی بیت عامر الانصاری و کان یعلم وقائع ولادتہ علیہ السلام لابنائہ و عشیرتہ و یقول ہذا الیوم و ہذا الیوم فقال علیہ السلام ان اللہ

فتح لك ابواب الرحمة و ملائكته كلهم يستغفرون لك و من فعل فعلك نجي نجاتك۔ (الدر المنظم: صفحہ 95)

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حضرت عامر انصاری کے گھر گیا وہ اپنے گھر اپنے بیٹوں اور اپنے رشتے داروں کو واقعات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم دے رہے تھے یہی وہ دن ہے کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جلوہ گر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور تمام فرشتے تمہارے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں جو شخص تیری طرح محفل میلاد کرے گا وہ تیری طرح نجات پائے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

يحكي عن التورة نجد مكتوبا محمد رسول الله عبدى المختار لا فظ ولا غليظ ولا سخاب فى الاسواق ولا يجزى بالسيئة ولكن يعفو و يغفر مولده بمكة و هجرته بطيبة وملكه بالشام۔ (مشکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 514)

ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت توریت شریف میں یوں پاتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ کج خلق نہ سخت طبیعت نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے لیکن معاف فرمانے والے جائے پیدائش مکہ ہجرت گاہ مدینہ طیبہ اور ان کا ملک شام ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعت سننا:

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قال لقیت عبد اللہ بن عمرو بن العاص قلت لہٗ اخبرنی عن صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی التورٰۃ قال اجل واللہ انہ لموصوف فی التوراۃ ببعض صفتہ فی القران۔ (مشکوٰۃ جلد 2، صفحہ 512)

میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ملاقات کی میں نے انہیں کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت سناؤ جو توریت میں ہے تو انہوں نے کہا ہاں! اللہ کی قسم آپ کی بعض وہ صفات توریت میں ہیں جو قرآن میں ہیں۔

صحابہ کرام اور ذکر انبیاء کرام علیہم السلام:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھ کر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے۔

قال بعضھم ان اللہ اتخذ ابراھیم خلیلا و قال اخر موسی کلمہ تکلیما وقال اخر فعیسی کلمۃ اللہ وروحہٗ وقال اخر ادم اصطفاہ اللہ۔

ان میں سے ایک نے کہا حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں ایک اور نے کہا حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں ایک نے کہا حضرت آدم صفی اللہ ہیں۔

اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا اس کو میں نے سنا ہے اور یہ تمام حق ہے اور سنو!

"انا حبیب اللہ ولا فخر" میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

(مشکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 513)

حضرت حسان بن ثابت کا ذکر ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے یہ اشعار مبارک زبان زد عام ہیں۔

وَ اَحسَنُ مِنكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَ اَجمَلُ مِنكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقتَ مُبَرَّاءً مِّنْ كُلِّ عَيبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ سا حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا
اور آپ جیسا جمیل کسی ماں نے نہیں جنا
آپ تمام عیوب سے منزہ پیدا کیے گئے
گویا کہ آپ کو پیدا کیا گیا جیسا آپ نے چاہا

صحابہ کرام کے اس عمل کے بعد آپ سوچئے! اگر انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ کرنا اور ان کی ولادت کے واقعات کو بیان کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا یہ سب کام ممنوع ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے منع فرماتے بلکہ آپ نے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بشارتیں دی ہیں اور خود بھی اس عمل میں شریک ہوئے پھر بھی اگر کوئی شخص یہ اصرار کرے کہ میلاد النبی کا کوئی ثبوت نہیں تو اسے اپنی آنکھوں سے بغض وعناد کی پٹی اتار کر قرآن وسنت کا مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ اس کا دل حق قبول کرے۔

اکابرین امت اور محافل میلاد:

قرآن وحدیث کے بعد فقہاء کرام نے فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع امت قرار دیا ہے اس سلسلے میں جو شخصیات مسلمہ ہیں ان کی رائے کو زیادہ اہمیت دی گئی کسی

زمانے میں تمام مجتہدین اور علماء کا کسی فیصلے پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے۔

"مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ"۔

جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

اب مقتدر آئمہ و محدثین کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں جنہوں نے میلاد مصطفیٰ ﷺ کی ضرورت و اہمیت اور اس کے فیوض و برکات کو ثابت کیا ہے اور امت مسلمہ کو حضور سید عالم ﷺ کے تذکار خیر سننے سنانے کی ترغیب بھی دی اور اس پر بشارتیں بھی سنائیں۔

امام ترمذی:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر ولادت مصطفیٰ ﷺ کے لیے اپنی جامع میں باقاعدہ عنوان ذکر کیا "بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مِيْلَادِ النَّبِيِّ ﷺ"۔ اگر ذکر ولادت مصطفیٰ ﷺ جائز نہ ہوتا تو امام ترمذی جیسے عظیم محدث کبھی بھی اس بات کو ذکر نہ کرتے ورنہ کم از کم بعد میں آنے والے محدثین اس کا رد ضرور فرماتے۔ امام ترمذی کے اس باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی میلاد النبی ﷺ کا موضوع لوگوں میں عام تھا اور وہ اسے جائز جانتے تھے۔

امام قسطلانی:

مواھب اللدنیہ میں محفل میلاد النبی ﷺ کے متعلق رقم طراز ہیں:

لازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده ﷺ و يعملون الولائم ويتصدقون فى لياليه انواع الصدقات و يظهرون السرور و يزيدون فى المبرات و يعتنون بقرأة مولده الكريم و يظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم و

مما جرب من خواصه انه امان فی ذالك العام و بشری عاجلة بنيل البغية وا لمرام فرحم الله امرءا اتخذ ليالی شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد علة علی من فی قلبه مرض واعيیٰ داء۔ (زرقانی علی المواھب، جلد 1 صفحہ 261)

اہل اسلام ہمیشہ سے ربیع الاول میں محفل میلاد کرتے ہیں کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا مہینہ ہے اور اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال کی کثرت کرتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کے میلاد شریف کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کو حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد کے مجرب خواص میں سے ہے کہ وہ سال امن سے گزرتا ہے اور اپنے مطلب و مقصد کے جلدی حصول کے لیے یہ ایک بشارت ہے پس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس شخص پر جس نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک مہینے کی راتوں کو عید بنایا تاکہ شدت ہو ایسے شخص پر جس کے دل میں بغض و عناد ہے۔

فوائد نافعہ:

علامہ قسطلانی کی عبارت سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

- ربیع الاول شریف کی مبارک ساعتوں میں محافل میلاد کا انعقاد اہل اسلام کے معمولات میں سے ہے۔
- کھانے پکانے کا اہتمام، انواع و اقسام کے صدقات و خیرات ماہ میلاد کے ایام میں اہل اسلام ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں۔
- ربیع الاول کے مہینہ میں خوشی اور مسرت و سرور کا اظہار شعار مسلمین ہے۔

- ماہ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پسندیدہ عمل رہا ہے۔
- ربیع الاول کے مبارک مہینہ میں میلاد شریف پڑھنا اور میلاد مصطفیٰ کیلئے خاص اہتمام کرنا امت مسلمہ کا محبوب طرز عمل رہا۔
- برکات میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے ہے کہ میلاد شریف کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آرہا ہے۔
- میلاد شریف کے خواص میں سے ہے کہ جس سال محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منعقد کی جائیں وہ سارا سال امن وامان سے گزرتا ہے۔
- محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انعقاد مقصود و حاجت برآری کیلئے بشری عاجلہ ہے۔
- ماہ میلاد شریف کی راتوں اور دنوں کو عید منانے والے مسلمان رحمت الٰہی کے مستحق واہل ہیں۔
- ربیع الاول کے مقدس مہینہ میں عید منانا اور محفل میلاد کرنا ان لوگوں کیلئے سخت مصیبت وتکلیف ہے جن کے دلوں میں مرض نفاق اور عداوت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیماری ہے۔ (تلك عشرة كاملة)

امام جلال الدین سیوطی:

میلاد شریف کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فيستحب لنا اظهار الشكر بمولده بالاجتماع و اطعام الطعام و نحو ذالك من وجوه القربات واظهار المسرات

(الحاوی للفتاویٰ جلد 1 صفحہ 196)

ہمارے لیے مستحب ہے کہ ہم شکر پر اظہار کریں میلاد شریف پر اجتماع کر کے کھانا کھلا کر اور دیگر وجوہ قربات اور خوشی کے اظہار کے ساتھ۔

علامہ اسماعیل حقی:

تفسیر روح البیان میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و من تعظیمہ عمل المولد اذا لم یکن فیہ منکر قال الامام سیوطی یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ علیہ السلام

(روح البیان، جلد 9 صفحہ 56)

میلاد شریف کا انعقاد کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے جب کہ بری باتوں سے خالی ہو۔ حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں ہم کو حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

امام سخاوی:

میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے معمولات اہل اسلام بیان فرماتے ہیں:

لازال اہل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن العظام یحتفلون فی شہر مولدہ ﷺ و شرف و کرم بعمل الولائم البدیعۃ و المطاعم المشتملۃ علی الامور البہجۃ الرفیعۃ و یتصدقون فی لیالیہ بانواع الصدقات و یظہرون المسرات و یزیدون فی المبرات بل یعتنون بقرأۃ مولدہ الکریم و یظہر علیہم من برکاۃ کل فضل عمیم۔

(المورد الروی، صفحہ 26)

مسلمان ہمیشہ سے تمام بڑے شہروں اور ان کے اطراف و اکناف میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں محافل کا اہتمام کرتے ہیں

جو فرحت و سرور سے بھرپور ہوتی ہے اس کی راتوں میں مختلف قسم کے صدقات کر کے اپنی نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور ولادت کے موقع پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ کر کے اللہ کی رحمت اور اس کا فضل حاصل کرتے ہیں۔

حافظ شمس الدین دمشقی:

اپنی کتاب مورد الصادی فی مولد الہادی میں فرماتے ہیں۔

اذا کان ھذا کافر جاء ذمه
و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
انی انه فی یوم الاثنین دائما
یخفف عنه للسرور باحمدا
وما الظن بالعبد الذی کان عمرہ
باحمد مسرورا و مات وموحدا

(الحاوی للفتاوی جلد 1 صفحہ 197)

ایک کافر جس کی مذمت میں سورۃ تبت یداہ نازل ہوئی اور وہ تا ابد جہنم میں رہے گا اس کے متعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد پر مسرت کی برکت سے ہر پیر والے دن اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو کیا خیال ہے اس شخص کے متعلق جو ساری عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتا رہا اور حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

سید احمد زینی دحلان مکی:

اس آیت: ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج:32) کے تحت فرماتے ہیں۔

ومن تعظیمه ﷺ الفرح بلیلة ولادته وقرأة المولد والقیام عند ذکر ولادته ﷺ واطعام الطعام و غیر ذالك مما یعتاد الناس فعله من انواع البرفان ذلك كله من تعظیمه ﷺ و قد افردت مسئلة المولد و ما یتعلق بها بالتالیف واعتنی بذلك كثیر من العلماء فالفوا فی ذلك مصنفات مشحونة بالادلة والبراهین۔ (الدررالسنیہ، صفحہ 18)

حضور ﷺ کی تعظیم ہے کہ حضور ﷺ کی شب ولادت پر خوشی کرنا مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت کے وقت کھڑا ہونا، حاضرین کو کھانا کھلانا اور جو کچھ لوگ نیک کام کرتے ہیں یہ سب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے اور یہ مسئلہ میلاد اور اس کے متعلقات کا ایسا ہے کہ کثیر علماء نے اس کا اہتمام کیا اور اس مسئلہ پر دلائل و براہین سے بھرپور کتابیں تصنیف فرمائیں۔

ابوطیب محمد بن ابراہیم:

امام جلال الدین سیوطی ناصر الدین محمود بن العماد کے حوالے سے ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

كان یجوز بالمكتب فی الیوم الذی فیه ولد النبی ﷺ فیقول یافقیه هذا یوم السرور اصرف الصبیان۔

(الحاوی للفتاوی جلد 1، صفحہ 197)

وہ عید میلاد النبی ﷺ کے دن ایک مکتب کے پاس سے گزرے تو وہاں کے استاذ کو فرمایا اے فقیہ! آج خوشی کا دن ہے لہٰذا بچوں کو چھٹی دے دو۔

علامہ ابن عابدین شامی:

آپ شرح المولد لابن حجر میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے میلاد شریف کو سننے کے لیے جمع ہونا اعظم عبادات میں سے ہے کیونکہ میلاد شریف میں رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا بار بار ذکر ہوتا ہے اور حضور رحمت عالم ﷺ کے ذکر سے محبت آپ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

(بحوالہ شرح صحیح مسلم، جلد 3، صفحہ 183)

حضرت مجدد الف ثانی:

برصغیر کی نامور شخصیت عارف باللہ سیدنا شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

درنفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف وتغیر حروف قرآن است التزام رعایت مقامات نغمہ وتردید صوت بایں بطریق الحان باتصفیق مناسب آن کہ درشعر نیز غیر مباح است اگر برنہج خوانند کہ تحریف درکلمات قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آنرا اہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع۔ (مکتوبات شریف، جلد سوم)

اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت و منقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے منع تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف میں تبدیلی و تحریف کیجائے اور الحان کے طریق پر آواز پھیرنا اور ان کے مناسب تالیاں بجانا جو شعر میں بھی ناجائز ہیں اگر ایسے طریقے سے مولود پڑھیں کہ قرآن کلمات میں

تحریف واقع نہ ہوا اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو صحیح غرض سے تجویز کریں تو کونسا امر مانع ہے۔ (یعنی محفل میلادالنبی ﷺ منکرات سے خالی ہو تو ایسی محفل جائز و مندوب اور باعث اجر ہے)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

شیخ محقق مدارج النبوت میں ابولہب کے متعلق لونڈی آزاد کرنے کا واقعہ نقل فرما کر لکھتے ہیں:

اس میں میلاد کرنے والوں کے لیے سند ہے جو کہ مال بھی خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب جو کہ کافر تھا اور اس کی مذمت میں قرآن میں ایک سورۃ نازل ہوئی اسے میلاد آنحضرت ﷺ پر خوشی کرنے اور ثویبہ کا دودھ خرچ کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ نے جزاء عطا فرمائی ہے تو اس مسلمان کی جزا کا اندازہ فرمائیں جو حضور اکرم ﷺ سے محبت بھی کرتا ہے خوشی بھی مناتا ہے اور اپنا مال بھی نچھاور کرتا ہے۔

(مدارج النبوۃ' اردو' جلد 2' صفحہ 25)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:

میں مکہ معظمہ میں نبی اکرم ﷺ کے مقام ولادت پر حاضر ہوا یہ آپ کی ولادت مبارک کا دن تھا اور لوگ وہاں جمع تھے اور آپ پر درود وسلام پڑھ رہے تھے اور آپ کی ولادت پر آپ کی بعثت سے پہلے جو معجزات اور خوارق ظاہر ہوئے ان کا ذکر کر رہے تھے میں نے دیکھا اس موقعہ پر یکبارگی انوار روشن ہوئے میں نے توجہ کی تو مجھے ان فرشتوں کا فیض اثر نظر آیا جو اس قسم کے مقامات اور اس نوع کی مجالس پر موکل ہوتے ہیں

اس مقام پر میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے انوار بھی انوار رحمت کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ (فیوض الحرمین، صفحہ 115)

امام احمد رضا خان بریلوی:

امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے محفل میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوبصورت خطاب فرمایا ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری نے وہ مکمل خطاب تحریر فرمایا: اس خطاب دلنواز کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

قال تعالیٰ ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ '' اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے، یہی تشریف آوری ہے جس کے طفیل دنیا، قبر، حشر، برزخ، آخرت، غرض ہر وقت ہر جگہ، ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے اور رہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اپنے رب کے حکم سے۔

اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے مجلس میلاد آخر وہی شے ہے جس کا حکم رب العزۃ دے رہا ہے۔''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ''، مجلس مبارک کی حقیقت مجمع المسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔ بند یا رقعہ بانٹنا یا طعام و شیرینی کی تقسیم اس کا جزء حقیقت نہیں، نہ ان میں کچھ جرم۔ اول دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔''من احسن قولا ممن دعیٰ الی اللہ'' اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

"من دعیٰ الی ھدی کان لہ اجر مثل اجور من تبعہ ولا ینقص ذالک من اجورھم شیئا"

جولوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے' جتنے اس کا بلانا قبول کریں۔ان سب کے برابر ثواب اسے ملے گا اور ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بروئے صلہ واحسان وصدقہ ہے اور یہ سب شرعاً محمود۔

ان مجالس کیلئے ایک تم ہی نہیں ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں جہاں مجلس ذکر شریف ہوتے دیکھی' ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ یہاں تمہارا مطلوب ہے۔پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں۔تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو۔ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔وہ بھی ایسی عام کہ نا مستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

یہ مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی اور کرتے رہے اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی' کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں۔اول روز سے آدم علیہ السلام کو تعلیم ہی یہ فرمائی گئی کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب ومحبوب کا ذکر کیا کرو جس کیلئے عملی کارروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیہ السلام کے پتلے میں داخل ہوتی ہے آنکھ کھلتی ہے' نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے لکھا دیکھتے ہیں۔

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" (ﷺ) عرض کی الٰہی! یہ کون ہے؟ جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے۔ارشاد ہوا

اے آدم! وہ تیری اولاد میں سے پچھلا پیغمبر ہے۔

"لولا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولا سماء"

اسی کے طفیل میں نے تجھے پیدا کیا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان بناتا تو کنیت اپنی ابو محمد کر

آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا۔ پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا۔ وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا۔ ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے، جب زمانہ وصال شریف آیا شیث علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! میرے بعد تو خلیفہ ہو گا عماد تقویٰ و عروہ وثقیٰ کو نہ چھوڑنا العروۃ الوثقیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ضرور کرنا۔

فانی رایت الملائکه تذکره فی کل ساعاتها کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔

اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا، پہلی انجمن روز میثاق جمائی گئی۔ اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا۔

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنۡ تَوَلّٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۸۲﴾

(سورۃ آل عمران 81۔82)

جب عہد لیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں، پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول تصدیق فرمائیں ان باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں، تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان

کی مدد کرنا قبل اس کے انبیاء کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا کیا تم نے
اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا عرض کی ہم نے اقرار کیا۔فرمایا تو
آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں
سے ہوں پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں۔

مجلس میثاق میں رب العزۃ نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے سنا اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا' ان کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع و امتی بننے پر تو سب سے پہلے تمہارے پاس وہ رسول تشریف آوری کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ ''پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب سے پہلی مجلس، مجلس انبیاء علیہم السلام جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ۔

غرض اسی طرح ہر زمانے میں حضور کا ذکر والا ولادت و تشریف آوری ہوتا رہا۔ہر قرن میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے لے کر ابراہیم و موسیٰ و داؤد و سلیمان و زکریا علیہم السلام تک تمام نبی و رسول اپنے اپنے زمانے میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری ستھری پاک بتول کا بیٹا جسے اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا' نشانی سارے جہان کیلئے یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے یہ فرماتے ہوئے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ

میں بشارت دیتا ہوں اس رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

یہ ہے مجلس جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا ملک و ملکوت میں محفل میلاد تھی، عرش پر محفل میلاد فرش پر محفل میلاد ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی۔خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں، سر جھکائے کھڑے ہیں۔جبرئیل و میکائیل علیہم السلام حاضر ہیں اس دولہا کا انتظار ہو

رہا ہے جس کے صدقے میں یہ ساری بارات بنائی گئی ہے۔عرش وفرش پر دھوم ہے۔

ذرا انصاف کرو تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو اب وقت آیا ہے کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا۔وہ عظیم مقتدر جو چھ ہزار برس پیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے' اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المرادین ظہور فرمانے والے ہیں۔یہ قادر علی کل شیی کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا' شیاطین کو اس وقت جلن ہوئی تھی اور اب بھی جو شیطان ہیں جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے' غلام تو خوش ہو رہے ہیں ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا کہ یہ گر رہے تھے' اس نے بچالیا۔ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے' دو کو بچا سکتا ہے' کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ بیس کو بچالے گا۔یہاں کروڑوں اربوں پھلسنے والے اور بچانے والے وہی ایک: ''انا اخذ بحجز کم عن النار ھلم الی ''میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں۔

ارے میری طرف آؤ یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں۔قسم اس کی جس نے انہیں رحمۃ للعالمین بنایا آج وہ ایک ایک مسلمان کا کمر بند پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔

الحمد للہ کیا کافی پایا۔اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے' پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردود سرکش قید کر دیئے گئے تھے' اسی کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں' خوشی کے نام سے مرتے ہیں' ملائکہ ساتوں آسمانوں میں دھوم مچا رہے تھے۔عرش عظیم ذوق وشوق میں ہلتا تھا۔ایک علم مشرق اور دوسرا مغرب اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت مشرق سے مغرب تک ہے۔تمام جہان انہیں کی سلطنت انہیں کی قلم رو میں داخل ہے۔اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آن پہنچی کہ اول روز

سے اس کی محفل میلاد اس کے خیر مقدم کی مبارکباد ہو رہی ہے' قادرِ علی کل شیی نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے۔ (حیات اعلیٰ حضرت جلد 1 صفحہ 374)

حشر تک ڈالیں گے پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہوجائیں عدو جل' کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی:

علماء دیوبند کے پیر و مرشد فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں:

اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ حضرت فخر آدم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر بذات خود دنیا و آخرت کی خیر و برکت کا باعث ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ 5)

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

فقیر کا مشرف یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ 10)

شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی:

حدیث شریف میں ہے" عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ " صالحین کے ذکر کے وقت رحمت الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔ تو میلاد سید الانبیاء و المرسلین' رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت بطریق اولی رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

اس لئے متحقق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور تمام فرشتے ان لوگوں کیلئے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور ان کو دنیا و آخرت کے مصائب و عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ شفیع المذنبین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کیلئے شفاعت واجب ہو جاتی ہے ۔تو ثابت ہوا کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے سے بہت فائدہ ہے' اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں توفیق مرحمت فرمائے ۔

صحیح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از خود اپنے میلاد کا کئی بار ذکر مبارک فرمایا' بعض اوقات منکرین کی مذمت کیلئے اور بعض اوقات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی صحابی کی درخواست والتجا پر ذکر فرمایا۔

یونہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول رہا یعنی وہ بھی صرف ذکر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے قلب کو سکون بخشتے اور کبھی انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے ذکر مبارک کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ کرتے رہتے' یوں میلاد پاک کا بیان بھی جاری رہتا۔(الدرالمنظم صفحہ 40)

علامہ رحمت اللہ مہاجر مکی:

انعقاد مجلس مولود بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو' جیسے تغنی (گانا) اور باجا وغیرہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا جائے اور بعد اس کے طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے' اس میں کچھ حرج نہیں' بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں ۔اور دوسری طرف سے آریہ لوگ جو پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچارہے ہیں ۔ایسی محافل کا انعقاد' ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں' اس وقت میں فرض کفایہ ہے ۔میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ ایسی مجلسوں کے کرنے سے نہ رکیں' نہ روکین اور اقوال بیجا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں۔ (الدرالمنظم صفحہ 359)

مولانا عبدالسمیع رامپوری:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

مواہب اللدنیہ وغیرہ محدثین کی تصنیفات میں دیکھا کہ منجملہ اسماء مبارکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اسم مبارک اپ کا نعمۃ اللہ بھی ہے اور فضل اللہ اور رحمت بھی ہے۔ پھر مولد شریف میں اس نعمت الہٰی کا شکر اور رحمت و فضل الہٰی کا فرحت و سرور ہی تو ہے اور شکر ادا ہونا انواع عبادات سے مثل تلاوت آیات قرآن و قرأۃ معجزات سید الانس والجان، اطعام طعام و دعوت اہل اسلام یہ سب کچھ مولد شریف میں موجود ہے اور جو سامان عطریات و زینت و اجتماع مومنین و احباب و اعزہ و اہل قرابت ہے، یہ سب سامان سرور و فرحت ہے۔ بناء علیہ یہ محفل داخل تحت مضمون ارشاد حضرت رب العزت ہے، جو فضل اللہ اور رحمت الہٰی کی فرحت و سرور اور بجا آوری شکر نعمت اللہ کی ہدایت ہے۔ (الدر المنظم صفحہ 366)

علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی:

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ" کے تحت فرماتے ہیں۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی قرشی جن کے حسب نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ، طہارت و تقدس اور اخلاق حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل ہیں، اس آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلاد مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ (خزائن العرفان صفحہ 372)

مفتی احمد یار خان نعیمی:

میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک کا واقعہ بیان کرنا، حمل شریف کے واقعات، نور محمدی کے کرامات، نسب نامہ یا شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پاک نظم یا

نثر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں' اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں پڑھو یا مجلس جمع کر کے اور نظم میں پڑھو یا نثر میں' کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی پڑھو اس کو میلاد شریف کہا جائے گا۔ محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا' اس کے ذکر کے موقع پر خوشبو لگانا' گلاب چھڑکنا' شیرینی تقسیم کرنا غرضیکہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔ (جاءالحق صفحہ 237)

علامہ احمد سعید کاظمی:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (یونس 58)

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

ظاہر ہے کہ نصیحت' شفاء' ہدایت و رحمت سب کچھ حضور ﷺ کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے اور اللہ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ہے' جب اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں' لہٰذا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے۔ اسے ناجائز قرار دینا انہی لوگوں کا کام ہے' جو ظہور ذات محمدی سے خوش نہیں۔ (میلادالنبی صفحہ 47)

ابن تیمیہ کا نظریہ:

غیر مقلدین کے پیشوا ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

و كذالك ما يحدثه بعض الناس اما مضاهاة النصارى

فی میلاد عیسیٰ علیہ السلام و اما محبۃ للنبی ﷺ قد یثیبہم علی هذا المحبۃ والاجتہاد (اقتضاء الصراط المستقیم۔ 249)

بعض لوگ جو محفل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں ان کا مقصد عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد میں یا حضور پاک ﷺ کی محبت و تعظیم مقصد ہے تو اللہ تعالیٰ حضور کی محبت پر اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

بلاد اسلامیہ میں یوم میلاد منانے کا مقصد سوائے محبت رسول کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ مسلمان اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی محبت میں ہی آپ کا ذکر خیر اور فضائل و مناقب بیان کرنے اور امت مسلمہ کی خیر خواہی کیلئے محفل میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کرتے ہیں۔

نواب صدیق حسن بھوپالی:

غیر مقلدین کے نامور عالم دین کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

اس میں کیا برائی ہے اگر ہر روز ذکر حضرت نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع یا ہر ماہ میں التزام اس کا کریں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سمت دل و ہدی و آنحضرت ﷺ کا کریں اور ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور ان روایات و اخبار و آثار کو پڑھیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں۔

(الشمامۃ العنبیریہ، صفحہ 5)

اس عبارت کو بار بار پڑھ کر سوچئے کیا صدیق حسن خان اقرار نہیں کر رہے کہ میلاد النبی ﷺ منانا باعث برکت ہے اسی لیے تو اس کو لازمی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں ہر ماہ اس کا التزام کریں آگے چل کر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔ (الشمامۃ العنبریہ: صفحہ 12)

ناظمِ اعلیٰ دیوبند اور محفل میلاد:

مولانا عبداللہ جو قاسم نانوتوی کے داماد ہیں وہ کہتے ہیں:

مولانا محمد قاسم صاحب ناظم مدرسہ دیوبند کی زبانی کرۃ مرۃ سنا گیا ہے کہ ذکر ولادت باسعادت موجب خیر و برکت ہے اور خاص مولانا بھی بعض جگہ مجلس میلاد میں شریک ہوئے چنانچہ پیر جی واجد علی دیوبندی جو مولانا کے مرید اور مولود خواں ہیں اس امر کے شاہد ہیں۔ (الدرالمنتظم صفحہ 155)

قرآن وسنت کے حوالہ جات اتنے جلیل القدر علماء کی آراء اور اپنے گھر کی گواہیاں سامنے آجانے کے بعد اگر کوئی شخص حق کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہل اسلام کے ہاں ایک مستحسن عمل ہے اب معترضین کو سوچنا چاہئے کہ ان کے بقول عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کذاب شخص کی ایجاد ہے' اس کی زد میں کون کون سے لوگ آتے ہیں؟ اب معترضین کا یہ اعتراض کہ جلوس نکالو' دھمالیں ڈالو' ڈھول بجاؤ' کھانا کھلاؤ......

جہاں تک ڈھول بجانے کا تعلق ہے تو معترضین زیادہ نہیں کم از کم اہلسنت کے معتبر علماء کی کتب میں سے کسی ایک کتاب سے یہ حوالہ دکھادیں جس میں کہا گیا ہو کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوس اور محافل میں ڈھول بجانا یا دھمال ڈالنا ضروری ہے بلکہ شیخ محقق میلاد شریف کی فضیلت کے بعد لکھتے ہیں۔

چاہئے کہ اس مولود شریف کے انعقاد میں وہ بدعات نہ ہوں جو لوگوں نے وضع کرلی ہیں مثلاً گانا بجانا ممنوع آلات موسیقی اور وہ امور جن کی ممانعت ہے۔ (مدارج النبوۃ اردو جلد 2 صفحہ 25)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا انعقاد کرنا تعظیم رسول ہے جبکہ بری باتوں سے خالی ہو۔ اس کے علاوہ امام زرقانی نے بھی ایسے منکرات سے منع کیا ہے۔ اگر

کوئی شخص ہوائے نفس یا جہالت کی وجہ سے ایسے ممنوعہ افعال کرتا بھی ہے تو اسے ان باتوں سے منع کیا جائے گا نہ کہ اس کے اس فعل کی وجہ سے میلاد شریف پر بدعت کا فتویٰ لگایا جائے گا۔آج تک ایسا نہیں ہوا کہ جو لوگ نماز میں تغیر و تبدل کرتے ہیں ان کی وجہ سے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ نماز پڑھنا ہی ناجائز ہے۔امت مسلمہ کی اس زبوں حالی کے دور میں کئی بدبخت مساجد سے نمازیوں کی جوتیاں چرا لیتے ہیں کوئی بھی صاحب عقل یہ بات کرسکتا ہے کہ مساجد سے جوتیاں چوری ہو جاتی ہیں لہٰذا مساجد کو تالے لگا دیئے جائیں۔ظاہر ہے اس عمل بد کی بیخ کنی کیلئے انتظامات کئے جائیں گے نہ کہ مسجدیں بند کی جائیں گی۔

کھانا کھلانا:

پہلے صفحات میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے شکر کے اظہار کے لیے جانور ذبح کیے اور آئمہ کے اقوال سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے مقدس مہینے میں صدقات کر کے نیکیاں حاصل کرتے ہیں اور قرآن و حدیث میں صدقہ کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔

جھنڈے لہرانا:

امام قسطلانی ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

فکشف اللہ عن بصری فرأیت مشارق الارض و مغاربها و رأیت ثلاثة اعلام مضروبات علما بالمشرق و علما بالمغرب و علما علی ظهر الکعبة فاخذنی المخاض فوضعت محمدا فنظرت الیه فاذا هو ساجد۔

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 211)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :اللہ تعالیٰ نے میری نظروں سے حجابات دور کردیئے اور میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھا اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جھنڈا خانہ کعبہ کی چھت پر لگایا ہوا تھا اور مجھے دردزہ ہوا پس میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنا اور میں نے انہیں سجدہ کرتے دیکھا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جھنڈ الہرانا:

جب آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔راستے میں حضرت بریدہ سے ملاقات ہوئی اور وہ اسلام لے ائےُ اس کے بعد جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حضرت بریدہ نے عرض کی جب آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہوں تو آپ کے ساتھ ساتھ جھنڈا بھی ہونا چاہئے پھر حضرت بریدہ نے اپنا عمامہ سر سے اتارا اور نیزے پر باندھ کر آپ کے آگے آگے چل پڑے۔ (مدارج النبوۃ اردو جلد 2 صفحہ 92)

حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی والدہ کا بیان:

امام قسطلانی بیہقی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

لما حضرت ولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رأیت البیت حین وقع قد امتلاء نورا و رأیت النجوم تدنو حتّٰی ظننت انھا ستقع علی۔ (زرقانی علی المواھب جلد 1، صفحہ 218)

میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے وقت موجود تھی میں نے دیکھا کہ آپ کا گھرانہ انوار سے معمور ہوگیا اور میں نے ستارے گھر کے اتنے قریب دیکھے مجھے گمان ہوا کہ عنقریب مجھ پر گرجائیں گے۔

آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جلوس اور اظہارِ مسرت:

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑے والہانہ انداز میں استقبال کیا اس اظہار محبت کو امام مسلم کی زبانی سنیے:

فصعد الرجال والنسآء فوق البیوت و تفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔ (صحیح مسلم، جلد 2 صفحہ 419)

مرد اور عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے لڑکے اور غلام راستوں میں پھیل گئے اور ہر طرف یا محمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا محمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نعروں کی گونج سنائی دینے لگی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں بھی لوگوں کی فرحت و مسرت کا اندازہ کیجئے فرماتے ہیں:

ثم قدم النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فما رأیت اھل المدینۃ فرحوا بشئی فرحھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ (صحیح بخاری جلد 1، صفحہ 558)

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ اتنے خوش تھے کہ پہلے کبھی اتنے خوش نہ ہوئے۔

جب فرشتوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں مشرق و مغرب میں جھنڈے لہرائے اور کعبۃ اللہ بھی مولد شریف کی طرف جھکا، حضرت سیدہ آمنہ کی خدمت میں انبیاء کرام علیہم السلام نے مبارک بادیاں پیش کیں اور ہجرت کے وقت صحابہ کرام نے خوشی کا اظہار کیا، جلوس کی صورت میں استقبال کیا انہوں نے آمد مصطفیٰ پر

جھنڈے بھی لہرائے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعرے بھی لگائے اور یہ سب کچھ رسول کائنات کی موجودگی میں ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا تو آج کیا وجہ ہے کہ غلامان مصطفیٰ جب وہی کام کریں تو ان پر شرک و بدعت کے فتوے لگائے جائیں کہیں ایسا تو نہیں کہ دل میں چھپے ہوئے بغض وعناد کو ظاہر کیا جاتا ہے ورنہ ایک مسلمان کے لیے تو یہ مستحسن عمل ہے کہ وہ ولادت مصطفیٰ پر خوشی کا اظہار کرے۔

حافظ ابن دحیہ:

معترضین کا اگلا سوال کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتداء کرنے والا شخص بے دین اور عیاش تھا اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب لکھنے والا شخص دنیا پرست اور کذاب مولوی تھا معترضین یہ بات ابن خلکان کے حوالے سے کرتے ہیں اور یہ ابن خلکان پر بہت بڑا افتراء اور تاریخ کا انتہائی بدترین جھوٹ ہے۔

ابن خلکان حافظ ابن وحیہ کا تعارف لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

کان ابوالخطاب من اعیان العلماء مشاهیر الفضلاء متقناالعلم الحدیث النبوی و ما یتعلق به عارفا بالنحوواللغة و ایام العرب واشعارها واشتغل بطلب الحدیث فی اکثر بلادالاندلس الاسلامیة۔

(وفیات الاعیان' جلد 3' صفحہ 449)

ابوالخطاب (ابن دحیہ) نہایت ہی جید عالم اور مشاہیر فضلاء سے تھے اور علم حدیث نبوی اور اس کے متعلقات کے ماہر تھے علم نحو' لغت' ایام العرب اور ان کے شعار سے خوب واقف تھے اسلامی اندلس کے اکثر شہروں میں طلب حدیث میں مشغول رہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن خلکان کے حوالے سے ابن دحیہ کا یہی تعارف نقل فرمایا: ''کان من اعیان العلماء و مشاھیر الفضلاء'' علماء امت نے حافظ ابن دحیہ کو متقی اور مستند عالم دین مانا اور یار لوگوں نے محض مخالفت میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نیک صالح عالم کو کذاب' عیاش جیسے غلیظ الفاظ سے پکارا اسے ہی تاریخ مسخ کرنا کہتے ہیں۔

مظفر ابوسعید اور محفل میلاد:

مظفر ابوسعید وہ پہلا حکمران ہے جس نے سرکاری سطح پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منایا۔ اس بادشاہ کے متعلق امام جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں:

صاحب اربل الملك المظفر ابو سعيد كو كبری بن زين الدين احد الملوك الامجاد والكبراء الاجواد و كان له آثار حسنة۔ (الحاوی للفتاوی' جلد 1' صفحہ 189)

اربل کا بادشاہ مظفر ابوسعید کوکبری بن زین الدین صاحب شرافت اور انتہائی سخی بادشاہوں میں سے ایک ہے اور اس کے لیے بہت اچھے آثار ہیں۔

مظفر ابوسعید کے متعلق ابن خلکان کا بیان:

واما احتفاله بمولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و هو ان اهل البلاد كانوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فيه فكان فی كل سنة يصل اليه من البلاد القريبة من اربل مثل بغداد والموصل والجزيرة و سنجار و نصيبين و بلاد العجم و تلك النواحی خلق كثير من الاعلام والصوفية و الوعاظ

والقراء والشعراء۔ (جواہر البحار، جلد 3، صفحہ 292)

مظفر ابوسعید ایک عظیم الشان محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا اور لوگ نہایت حسن اعتقاد کے ساتھ اس محفل میں شامل ہوتے اور ہر سال لوگ قریبی شہروں سے اربل آتے مثلاً بغداد، موصل، جزیرہ، سنجار، نصیبین اور بلاد عجم وغیرہ سے لوگ شرکت کرتے اور اس میں علماء، صوفیاء، واعظین، قراء اور شعراء کی بہت بڑی تعداد شامل ہوتی۔

عجیب بات ہے کہ اس وقت کے علماء اور فضلاء مظفر ابوسعید کی محفل میلاد میں ادب کے ساتھ شرکت کریں اور انہیں اس حاکم وقت میں کوئی عیب نظر نہ آئے اور اتنے عرصے کے بعد ایک گروہ اپنے نفس اور انانیت کی خاطر کر اس حاکم کو عیاش، بددین جیسے الفاظ کے ساتھ پکارے اپنے دل سے انصاف طلب کیجئے۔

حافظ ابن کثیر:

ابن کثیر مظفر ابوسعید کے متعلق لکھتے ہیں:

كان يعمل المولد الشريف في ربيع الاول و يحتفل به احتفالا هائلا و كان شهما شجاعا بطلا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واكرم مثواه قال و قد صنف له الشيخ ابوالخطاب بن دحية مجلدا في المولد النبوي سماه التنوير في مولد البشير النذير فاجازه على ذلك بالف دينار۔ (الحاوی للفتاوی، جلد 1 صفحہ 189)

وہ (بادشاہ مظفر ابوسعید) ربیع الاول شریف میں ایک عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتے اور وہ بہت بہادر اور جرأت مند عاقل، عادل اور عالم حاکم تھے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے کہنے پر شیخ ابوالخطاب بن دحیہ نے

میلاد شریف پر ایک کتاب تصنیف فرمائی اس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر رکھا تو اس نے انہیں ایک ہزار دینار ہدیہ کیا۔

سبط ابن جوزی:

مراۃ الزمان میں رقم طراز ہیں:

حکت زوجته ربیعة خاتون بنت ایوب اخت الملك الناصر صلاح الدین ان قمیصه کان من کرباس غلیظ لا یساوی خمسة دراهم قالت فعاتبته فی ذلك فقال لبسی ثوبا بخمسة اتصدق بالباقی خیر من ان البس ثوبا مثمنا وادع الفقیر والمسکین۔ (الحاوی للفتاویٰ جلد 1 صفحہ 190)

اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب جو سلطان صلاح الدین کی بہن ہے بیان کرتی ہیں کہ میرے خاوند کی قمیص موٹے کھدر کی ہوتی تھی جس کی قیمت پانچ درہم سے کم تھی میں نے ان سے بات کی تو اس نے کہا میرا پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ کر دینا اس سے زیادہ اچھا ہے کہ میں قیمتی لباس پہنوں اور فقراء مساکین کو چھوڑ دوں۔

یہ عبارات ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ حافظ ابن دحیہ ایک جید عالم دین تھے اور مظفر ابوسعید ایک نہایت متقی اور رحمدل بادشاہ تھے لیکن کیا کیا جائے اس متعصب گروہ کا جو صرف اور صرف ہٹ دھرمی کی بنیاد پر ان کو ظالم، عیاش، دنیا پرست اور کذاب جیسے القاب سے پکارے ان کا جرم صرف اتنا ہے کہ ایک عالم دین نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و شمائل پر کتاب لکھی اور ایک نیک دل بادشاہ نے ان کو ہزار دینار نذرانہ پیش کیا تو متعصب لوگوں نے صرف عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں

ان کو اتنے بُرے الفاظ کے ساتھ پکارا اور تاریخ کا انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ خون کیا اور انتہائی بد دیانتی پر اتر آئے ایسے اشخاص کو انتظار کرنا چاہئے یوم قیامت کا جب سب حقائق کھل کر سامنے آجائیں گے۔

سید المرسلین ﷺ کا یوم ولادت:

معترضین کا ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ امام الانبیاء کی تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے کسی نے 8 کسی نے 12-11-9 ربیع الاول لکھا۔ 12 ربیع الاول آپ کی وفات کا دن ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ کی تاریخ ولادت میں جس طرح اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح تاریخ وفات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے معترضین تاریخ ولادت کا اختلاف تو بیان کرتے ہیں لیکن تاریخ وفات کا اختلاف ہضم کر جاتے ہیں کیونکہ اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول:

عن جابر و ابن عباس انهما قال ولد رسول الله ﷺ عام الفيل يوم الاثنين الثاني عشر شهر ربيع الاول۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت بروز پیر 12 ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔

امام ابن اسحاق:

مشہور سیرت نگار ابن ہشام کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

ولد رسول الله ﷺ يوم الاثنين لاثنتى عشر ليلة

خلت من ربیع الاول عام الفیل۔(السیرۃ النبویہ جلد 1، صفحہ 158)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروز پیر 12 ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔

ابن اسید الناس کا قول:

ولد سیدنا و نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشر لیلۃ مضت من شھر ربیع الاول عام الفیل۔ (عیون الاثر، جلد 1، صفحہ 39)

ہمارے نبی اور سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش بروز پیر 12 ربیع الاول عام الفیل میں ہوئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

بارہ ربیع الاول والاقول اشہر واکثر ہے اور اہل مکہ کا جائے ولادت شریفہ کی زیارت اور مولود پڑھنے میں اور جو کچھ اس کے آداب ہیں ادا کرنے میں اسی قول یعنی بارہویں رات اور پیر کے دن پر عمل ہے۔

(مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 19)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی:

غیر مقلدین کے عالم دین بھی بارہ ربیع الاول والے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

ولادت شریفہ مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے روز دوشنبہ، شب دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی جمہور علماء کا یہی قول ہے۔(الشمامۃ العنبریۃ، صفحہ 7)

مفتی محمد شفیع دیوبندی:

اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ

کے دن ہوئی۔لیکن تاریخ کی تعیین میں اختلاف ہے۔چار اقوال مشہور ہیں۔دوسری، آٹھویں، دسویں اور بارہویں مگر مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن البزاز نے اس پر اجماع نقل کردیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا۔ (سیرت رسول اکرم صفحہ 37)

کیا بارہ ربیع الاول یوم وفات ہے؟

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بارے میں صحابہ کرام سے چار قسم کی روایتیں منقول ہیں:

1- 12 ربیع الاول یہ روایت حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔

2- 10 ربیع الاول یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

3- 15 ربیع الاول حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

4- 11 رمضان المبارک یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

پہلی روایت کہ جس میں وفات نبوی 12 ربیع الاول کو بتائی گئی اس کی سند میں محمد بن عمر واقدی ایک راوی ہے جس کے بارے میں امام اسحاق بن راہویہ، امام علی بن مدینی، امام ابوحاتم الرازی اور نسائی نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ واقدی اپنی طرف سے حدیثیں گھڑلیا کرتا تھا۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا واقدی ثقہ یعنی قابل اعتبار نہیں۔امام احمد بن حنبل نے فرمایا واقدی کی حدیثیں تحریف سے محفوظ نہیں۔ذہبی نے کہا واقدی کے سخت ضعیف ہونے پر ائمہ جرح وتعدیل کا اجماع ہے۔لہٰذا بارہ ربیع الاول والی روایت پایۂ اعتبار سے بالکل ساقط ہے اور اس قابل ہی نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔روایت نمبر 2 کی سند میں ایک راوی سیف بن عمر ضعیف ہے اور دوسرا راوی محمد بن عبیداللہ متروک ہے۔روایت نمبر 4-3 کی سند نامعلوم ہے۔البتہ اجل تابعین ابن شہاب

زہری سلیمان بن طرخان اور سعد بن ابراہیم زہری وغیرہم سے سندوں کے ساتھ یکم دوم ربیع الاول کو تاریخ وفات منقول ہے۔ (ایک استفتاء کا جواب از مفتی اشرف قادری)

شبلی نعمانی کی رائے:

مشہور دیوبندی مورخ شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ سے اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہے امام سہیلی نے روض الانف میں اسی کو اقرب الی الحق لکھا ہے اور سب سے پہلے امام مذکور نے ہی درایۃ اس نکتہ کو دریافت کیا کہ 12 ربیع الاول کی روایت قطعاً ناقابل قبول ہے کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں روز وفات دوشنبہ کا دن تھا اور اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی الحجہ دس ہجری کی نویں تاریخ کو جمعہ تھا۔ دس ہجری ذی الحجہ روز جمعہ سے 11ھ 12 ربیع الاول تک حساب لگاؤ تو کسی بھی صورت 12 ربیع الاول کی تاریخ قطعاً غلط ہے۔ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ہے ابونعیم نے دلائل میں بسند یکم ربیع الاول تاریخ وفات نقل کیا ہے۔

(سیرت النبی: جلد 4 صفحہ 104-103)

اس مذکورہ گفتگو کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن جمہور علماء کا یہی موقف ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت 12 ربیع الاول کو ہوئی اور اہل مکہ کے معمولات بھی اس بات پر شاہد ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص ہٹ دھرمی کرے کہ 12 ربیع الاول ہی وفات نبوی کا دن ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں تو اس کے بارے میں صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ۔

؎ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

یوم میلاد اور یوم وصال دونوں باعث برکت ہیں:

اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ کی تاریخ وصال 12 ربیع الاول ہے تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ 12 ربیع الاول کو سرکار کی ولادت کی خوشی نہ منائی جائے کیونکہ سرکار کی ولادت اور وصال دونوں امت کے لیے باعث رحمت ہیں۔

حضرت امام مسلم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال ان اللہ عزوجل اذا ارادہ رحمۃ امۃ من عبادہ قبض نبیھا قبلھا فجعلہ لھا فرطا و سلفا بین یدیھا و اذا ارادہ ھلکۃ امۃ عذبھا و نبیھا حی فاھلکھا و ھو ینظر فاقر عینہ بھلکتھا حین کذبوہ وعصوا امرہٗ۔

(صحیح مسلم جلد 2، صفحہ 249)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اس امت سے پہلے اس نبی کو اٹھا لیتا ہے اور اس نبی کو امت کے لیے اجر اور پیش رو بنا دیتا ہے۔ جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس نبی کی زندگی میں اس امت کو ہلاک کر کے اپنے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے کیونکہ انہوں نے اس نبی کی تکذیب اور اس کی نافرمانی کی۔

اس حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے وصال مبارک کو بھی رحمت قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے امت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شفیع بنا دیا جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد اور وصال دونوں امت کے لیے رحمت ہیں تو جو رحمت بڑی ہو خوشی اسی کی کرنی چاہئے تو لازم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت نعمت عظمیٰ

ہے کیونکہ دوسری رحمت تو اس کے صدقے حاصل ہوئی اور پھر وصال کے بعد حزن و ملال کی وضاحت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرمادی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یقول علی المنبر لا یحل لامراۃ تومن باللہ والیوم الاخر تحد علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا۔ (مسلم جلد 1 صفحہ 486)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ بیوی اپنے خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

اب اگر بارہ ربیع الاول کو سوگ منائیں کہ یہ سرکار کے وصال کا دن ہے تو فرمان خدا اور فرمان رسول کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے کیونکہ ولادت کی خوشی نہ منا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہ کیا اور غم کی صورت میں حدیث رسول کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔ پھر ہم اتنا سوچیں کہ انبیاء کے وصال کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت تو تا قیامت جاری ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیضان اپنی امت پر اسی طرح برقرار ہے۔ شفقت و رحمت بھی اسی طرح قائم ہے بس اتنا ہے کہ آپ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہو گئے۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔ (مشکوۃ جلد 1 صفحہ 121)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسم کو حرام کر دیا ہے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں اور روزی دیے جاتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی ایک ضابطہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمیں میلاد شریف پر خوشی کرنی چاہیئے یا وصال پر غم:

قد امر الشرع بالعقیقة عند الولادة و ھی اظھار الشکرو فرح بالمولود ولم یامر عند الموت بذبح ولا بغیرہ بل نھی عن النیاحة واظھار الجزع فدلت قواعد الشرعیة علی انه یحسن فی ھذا الشھر اظھار الفرح بولادة صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دون اظھار الحزن فیه بوفاته۔

(الحاوی للفتاویٰ، جلد 1 صفحہ 193)

شریعت نے ولادت کے وقت خوشی کے اظہار اور عقیقہ کا حکم دیا لیکن موت کے وقت ذبح وغیرہ کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ اور جزع فزع سے منع کیا پس قواعد شرعیہ دلالت کرتے ہیں کہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم کیا جائے۔

تیسری عید:

مخالفین میلاد ''امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یوم ولادت کو ''عید میلاد'' کے نام سے موسوم کرنے پر بھی چڑ کھاتے ہیں اور اسے یوم عید سے تعبیر کرنا حرام قرار دیتے ہیں اور یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر یوم میلاد النبی عید ہے تو نماز کیوں نہیں؟

حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن کو ''یوم عید'' کہنے پر حرام کا فتویٰ دینا مبنی بر جہالت اور محض تعصب کی علامت ہے اور یہ بات قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے۔ قرآن وسنت میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ بھی کئی جگہ عید کا اطلاق موجود ہے، عید کا معنی خوشی اور تعظیم سے کیا جاتا ہے، حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلوہ افروزی امت مسلمہ کیلئے سب سے بڑھ کر عظمت وتعظیم اور خوشی ومسرت کا باعث ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١٤﴾ (المائدہ 114)

عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن کو ''یوم عید'' قرار دے رہے ہیں جس دن آپ کی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمت ایک خوان کی صورت میں مہیا ہوئی۔

امام فخر الدین رازی:

اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

ای نتخذ الیوم عیدا الذی تنزل فیه المائدة عیدا نعظمه نحن و من یاتی بعد نا و نزلت یوم الاحد فا تخذه النصاریٰ عیداً ...فسمی العید عیدا لانه یعود کل سنة بفرح جدید۔ (تفسیر کبیر جلد 6، صفحہ 463)

جس دن مائدہ نازل ہوا اس دن کو ہم یوم عید بنائیں یعنی ہم اور بعد میں آنے والے اس کی تعظیم کریں گے اور یہ مائدہ اتوار کے دن نازل ہوا اور نصرانیوں نے اس دن کو عید بنایا۔ عید عود سے بنا ہے اسے عید اسی لیے کہتے ہیں کہ ہر سال نئی خوشی لیکر لوٹتا ہے۔

علامہ اسماعیل حقی:

اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ای یکون یوم نزولها عیدا نعظمه وانما اسند ذلك الی المائدة لان شرف الیوم مستفاد من شرفها وقیل العید السرور العائد۔ (روح البیان جلد 2 صفحہ 463)

مائدہ کے نزول کا دن عید ہو گا ہم اس کی تعظیم کریں گے اور اسناد مائدہ کی طرف ہے کیونکہ اس دن کی تعظیم مائدہ کی عظمت کے سبب ہے اور لوٹ کر آنے والی خوشی کو عید کہتے ہیں۔

جس دن قوم نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت خوان کی صورت میں نازل ہوئی۔ اسے یوم عید قرار دیا گیا تو اندازہ کیجئے اس دن کے بارے میں جس دن محبوب رب العالمین، خاتم النبیین، سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کائنات میں تشریف فرما ہوئے وہ دن کتنی عظمت و رفعت اور برکت و رحمت کا حامل ہوگا اگر وہ یوم عید نہیں تو پھر کونسا دن عید ہوگا۔ باقی سب عیدیں تو آپ کے صدقے میں عطا ہوئیں۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

یوم جمعہ و عرفہ بھی عید ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا من الیهود قال له، یا امیر المومنین! آیة فی کتابکم تقرؤنها لو علینا معشر الیهود نزلت لا تخذنا ذلك الیوم عیدا قال: ای آیة؟ قال!

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط ۔قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد عرفنا ذلك اليوم والمكان الذى نزلت فيه على النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و هو قائم بعرفة يوم جمعة ۔(صحیح بخاری کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ونقصانہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک یہودی نے آپ سے کہا اے امیرالمومنین آپ لوگوں کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ پڑھتے ہیں اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو عید بناتے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے۔اس نے کہا ’’اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط ‘‘ حضرت عمر نے فرمایا ہم اس دن اور اس جگہ کو جانتے ہیں جہاں یہ آیت نازل ہوئی وہ جگہ عرفات تھی اور دن جمعہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کھڑے تھے۔

کعب احبار کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ آیت کریمہ یہودیوں پر نازل ہوتی تو وہ تکمیل دین کے بہت بڑے اعزاز کی خوشی میں اس دن کو یوم عید کے طور پر مناتے تو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے امت مسلمہ کو اس اعزاز سے نوازا تو ہمیں اس کی اہمیت کا اندازہ ہے اور ہم اس دن دو عیدیں منا رہے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی:

اس حدیث کی شرح میں امام نووی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

معناه انا ماتركنا تعظيم ذلك اليوم والمكان اما المكان فهو عرفات و هو معظم الحج الذى هو احد

ارکان الاسلام، واما الزمان فھو یوم الجمعہ و یوم عرفۃ، و ھو یوم اجتمع فیہ فضلان و شرفان و معلوم تعظیمنا لکل واحد منھما، فاذا اجتمعا زاد التعظیم فقد اتخذنا ذلک الیوم عیدا۔ (عمدۃ القاری جلد 1 صفحہ 412)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس دن اور اس جگہ کی تعظیم کو ترک نہیں کیا وہ جگہ میدان عرفات ہے وہاں حج کا رکن اعظم ادا کیا جاتا ہے اور وہ دن جمعہ اور عرفہ کا تھا تو اس مناسبت سے اس میں دو فضیلتیں اور عظمتیں جمع ہوگئیں ان میں سے ہر ایک کی فضیلت ہمیں معلوم ہے جب دونوں کا اجتماع ہوگیا تو تعظیم میں اور اضافہ ہوگیا ہم نے یقیناً اس دن کو عید بنایا ہوا ہے۔

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی:

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ آیت کریمہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کی تعظیم کرتے اور اس دن ہر سال عید مناتے کیونکہ اس دن میں کمال دین جیسی بڑی نعمت کا نزول ہے جو قابل تعظیم ہے اور نعمت اسلام بہت بڑی نعمت ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا اے یہودی جو تو نے کہا ہے درست کہا ہے۔ واقعی اللہ کی نعمت کے نزول کے روز خوشی منانی چاہئے۔ خداوند قدوس نے یہ آیت کریمہ جمعہ کے روز عرفہ میں نازل فرمائی یہ ہماری عید کا دن ہے اور ہم نے اس دن اور مقام کی اہمیت کو ترک نہیں کیا...... معلوم ہوا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت طیبہ کے دن کو

عید میلاد منانا' اس روز خوشی کرنا' جلوس نکالنا اور آپ کی سیرت طیبہ بیان کرنا شریعت میں مستحسن عمل ہے۔ (تفہیم البخاری جلد 1 صفحہ 16)

مفتی شریف الحق امجدی:

اس حدیث پاک کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا جس دن اللہ عزوجل کی کوئی خاص نعمت ملے اس دن عید منانا جائز ہے۔ اگر یہ بات ناجائز وحرام ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب احبار کو یہ جواب دیتے کہ وہ تمہارا دین ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ملے اس دن عید مناؤ ہمارے مذہب میں یہ سب ناجائز وحرام ہے۔ مگر حضرت عمر نے یہ نہیں فرمایا بلکہ کعب احبار کو مذکور بالا جواب دے کر مطمئن کر دیا کہ ہم اس دن پہلے سے عید مناتے ہیں وہ بھی اس تفصیل سے کہ وہ جگہ بھی ہمارے لیے عید کی جگہ ہے وہ تاریخ بھی عید کی تاریخ ہے وہ دن بھی عید کا دن ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ تو جس دن یہ نعمت ملی یعنی یوم ولادت کو عید منانا بلاشبہ جائز و مستحسن ہوگا۔ اسی لیے جمہور امت کا معمول ہے بارہ ربیع الاول کو بڑے دھوم دھام سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقریب مناتے ہیں۔ (نزہۃ القاری جلد 1 صفحہ 357)

منکرین میلاد سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے کیلئے یہ واویلا بھی کرتے ہیں کہ یہ "عید میلاد النبی" تو اب شروع کیا گیا پہلے تو اس دن کیلئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا اور نہ ہی علماء نے کبھی اس دن کیلئے عید کا لفظ بولا یہ تو بس اب چند سالوں سے شروع کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث شریف کے بعد اس اعتراض کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی لیکن امت مسلمہ کے اطمینان کیلئے عرض ہے کہ ہر دور میں علماء امت "یوم میلاد النبی" کیلئے لفظ عید استعمال کرتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام قسطلانی:

میلادالنبی کی برکات وثمرات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فرحم اللہ امرا اتخذ لیالی شھر مولدہ المبارك اعیادا، لیکون اشد علۃ علی من فی قلبہ مرض واعیی داء

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 261)

اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جس نے میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک ماہ کی راتوں کو عید بنایا تاکہ شدت ہو ایسے شخص پر جس کے دل میں بغض وعناد ہے۔

امام سیوطی:

امام جلال الدین سیوطی شیخ ابوطیب محمد بن ابراہیم السبتی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ بارہ ربیع الاول کو ایک مدرسہ کے پاس سے گزرے تو وہاں مدرس بچوں کی تدریس میں مصروف تھے تو آپ نے وہاں کے ناظم کو مخاطب کرکے کہا:

یافقیہ ھذا یوم السرور اصرف الصبیان

(الحاوی للفتاویٰ جلد 1 صفحہ 197)

اے فقیہ آج یوم عید ہے بچوں کو چھٹی دے دو۔

رہا یہ سوال کہ اگر یہ یوم عید ہے تو پھر اضافی نماز کیوں نہیں پڑھی جاتی، اگر کوئی شخص محبت رسول کے جذبہ صادق سے سرشار ہو اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی امت پر رحمت وشفقت سے کچھ واقفیت رکھتا ہو تو اسے اس سوال کا جواب خود ہی مل جاتا ہے، مکہ مکرمہ کے عظیم محقق شیخ محمد بن علوی مالکی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولم یجعل اللہ تعالیٰ فی یوم الاثنین یوم مولدہ من التضعیف بالعبادات کما جعل فی یوم الجمعۃ المخلوق

فی آدم من الجمعة والخطبة وغیر ذالك اکرامانبیه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالتخفیف عن امة بسبب عنایة وجوده قال الله تعالیٰ وما ارسلنك الا رحمة للعالمین ومن جملة ذلك علم التکلیف۔ (ذخائر محمدیہ صفحہ 251)

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت پیر کو کسی اضافی عبادت کا حکم ارشاد نہیں فرمایا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یوم ولادت جمعہ کے دن جمعہ اور خطبہ لازم فرمایا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے امت مسلمہ پر تخفیف ہوئی اللہ تعالیٰ کا آپ کے بارے میں ارشاد ہے۔ ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے ان رحمتوں میں سے ایک رحمت یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کے روز کوئی اضافی عبادت لازم نہیں فرمائی۔

جب قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص نعمت ملے تو بطور شکر اس دن کو یوم عید قرار دینا اور خوشی منانا جائز ہے تو جس دن کائنات کی سب سے بڑی نعمت خالق کائنات کے سب سے بڑے فضل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کائنات ارضی پر جلوہ افروزی ہوئی، اسے یوم عید قرار کیوں نہیں دیا جاسکتا۔ آپ کے ذکر خیر اور خوشی منانے پر اگر ذہن شرک و بدعت کے فتوؤں کی طرف متوجہ ہو تو اس سے بڑھ کر حرماں نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے، تعصب کی عینک اتار کر غور وفکر کیا جائے تو معاملہ بالکل واضح ہے۔

ایک اہم شبہ کا ازالہ:

منکرین میلاد لوگوں کے ذہنوں میں بعض اوقات یہ شبہ بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ جو آپ دن متعین کر کے لوگوں کو دعوت دے کر محفل میلاد کرتے ہیں یہ بدعت ہے اور قرآن وسنت میں میلاد کے لیے اس طرح دن مقرر کرنا

کہاں لکھا ہے۔کسی کام کیلئے ضرورت کے پیش نظر کوئی وقت مقرر کرنے کے بارے میں امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

کارے را وقت معین داشتن برد و گونہ است شرعی وعادی۔شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلا صورت نہ بندد واگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند۔ چوں ایام نحر مر اضحیہ را با آنکہ تقدیم و تاخیرش ازاں وقت نا روا باشد چوں اشھر حرم مر احرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را۔وعادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواھند بجا آرند۔اما حدث را از زمان ناگزیر و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود و تعین مساوق ھم دگر است۔پس از تعین چارہ نیست۔(فتاویٰ رضویہ جلد 9 صفحہ 580)

کسی کام کیلئے وقت مقرر کرنے کی دوصورتیں ہیں شرعی اور عادی۔شرعی یہ کہ شریعت اسلامیہ نے کسی کام کیلئے کوئی وقت مقرر فرمادیا ہو کہ اس کے علاوہ وقت میں وہ ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہو گا جیسے قربانی کیلئے ایام نحر۔ یا یہ کہ اس وقت سے اس عمل کو مقدم یا موخر کرنا ناجائز ہو جیسے احرام حج کیلئے حرمت والے مہینے۔ یا یہ کہ اس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے جیسے نماز عشاء کیلئے تہائی رات۔

عادی یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں لیکن کام کیلئے زمانہ ضروری ہے اور زمانہ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے اس

لئے کہ وجود اور تعین ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں تو بغیر تعین چارہ نہیں۔

عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یاتی قباء کل سبت کان یاتیہ راکبا وماشیا (صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 448)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے کبھی سواری پر اور کبھی پیدل

عن ابی وائل قال کان عبداللہ یذ کر الناس فی کل خمیس

(صحیح بخاری ۔کتاب العلم باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ)

حضرت ابو وائل سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے سامنے وعظ کیلئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا۔

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قباء جانے کیلئے ہفتہ کا دن مقرر فرمانا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درس و تدریس کیلئے جمعرات کا دن مقرر فرمانا تعیین عرفی و عادی ہی کی مثالیں ہیں۔اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ہفتہ کے علاوہ کسی دوسرے دن قبا جانا ناجائز ہے اور جمعرات کے علاوہ وعظ و نصیحت ممنوع ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ ضرورت و مصلحت کے پیش نظر دن اور وقت کا تعین کرنا جائز و مندوب ہے ایسے جائز عمل کو بدعت وحرام کہنا نئی شریعت گھڑنے کے مترادف ہے۔

عیسائیوں اور مسلمانوں کا موازنہ:

مخالفین میلاد اپنے لوگوں کو یہ بات بھی باور کراتے ہیں کہ عیسائی اپنے نبی کا میلاد مناتے ہیں اور مسلمان بھی اپنے نبی کا میلاد مناتے ہیں۔امام الانبیاء نے فرمایا جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔معترضین اس طرح کی باتوں سے یہ تاثر دینے کی

کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ عیسائی اپنے نبی کا میلاد مناتے ہیں اگر مسلمان بھی اپنے نبی کا میلاد منائیں گے تو یہ ان کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے تو ایسا بے جا اعتراض کرنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ عیسائی روزے رکھتے ہیں کھانا کھاتے ہیں لباس پہنتے ہیں اب اگر عید میلاد النبی ﷺ صرف اس لیے منع ہے کہ عیسائی بھی اپنے نبی کا میلاد مناتے ہیں تو اعتراض کرنے والوں کو روزے رکھنے سے کھانا کھانے سے اور لباس پہننے سے بھی بچنا چاہئے کیونکہ ان تمام باتوں میں بھی مشابہت موجود ہے اگر یہ سب کام جائز ہیں تو عید میلاد النبی ﷺ میں ایسی کون سی بات ہے کہ وہ ناجائز ہے۔

حضور ﷺ کا روزہ حضرت موسیٰ کے لئے:

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قدم النبی ﷺ المدینۃ فرآ الیھود تصوم یوم عاشورآء فقال ما ھٰذا ؟ قالوا ھٰذا یوم صالح ھٰذا یوم نجی اللہ بنی اسرائیل من عدوھم فصامہ موسیٰ قال فانا احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 268)

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشور کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا یہ کس لیے ہے؟ انہوں نے کہا یہ اچھا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس کے دشمنوں سے نجات دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا آپ نے فرمایا ہم حضرت موسیٰ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں پس آپ نے روزہ رکھا اور روزے کا حکم فرمایا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان اتعلم السریانیة و فی روایة انه امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان اتعلم کتاب یهود۔

(مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 399)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں سریانی زبان سیکھوں اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ میں یہود کی خط وکتابت سیکھوں۔

آپ غور فرمائیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک اچھے عمل میں مشابہت سے منع نہیں فرمایا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور روزے کا حکم بھی ارشاد فرمایا تو اب اس میں کیا اعتراض ہوسکتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے عمل سے یہ ضابطہ بھی بیان فرما دیا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت حاصل ہو اسے یادگار کے طور پر مناتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنا جائز ہے اگر عمل خیر میں بھی مشابہت سے یہی حکم جاری ہوتا ہے کہ جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہے تو معترضین کو یہ خیال ہونا چاہیئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس زمرے میں آتے ہیں بلکہ روزہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی رکھا اب بھی اگر کوئی میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بدعت ہی قرار دے اور اس پر غصے کا اظہار کرے تو اس کے لیے اکبر الہ آبادی کی رباعی کافی ہے۔

سال و مہ خوش ہیں روز خوش شب خوش
وحشی دشت خوش ، مہذب خوش
ہیں غرض آپ کی ولادت سے
مسٹر ابلیس کے سوا سب خوش

برکاتِ میلاد:

محدث ابن جوزی اپنی کتاب المیلا د النبوی میں میلاد شریف کے متعلق لکھتے ہیں:

ہمیشہ سے حرمین شریفین، مصر، یمن، شام اور تمام بلاد عرب کے لوگ محافل میلاد منعقد کرتے ہیں ماہ ربیع الاول کا چاند نظر آتے ہی خوشیاں مناتے ہیں عمدہ لباس پہنتے ہیں زیب و زینت کرتے ہیں خوشبو لگاتے ہیں سرمہ لگاتے ہیں اور ان تمام ایام میں خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ میسر ہو نقد و جنس وغیرہ سے خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سننے اور پڑھنے کا شوق سے اہتمام کرتے ہیں اور اس پر اظہار مسرت کی بدولت بہت اجر و ثواب اور خیر و برکت حاصل کرتے ہیں محفل میلاد شریف کے مجربات سے یہ بات بھی ہے جہاں یہ محفل منعقد ہوتی ہے وہاں خوب خیر و برکت سلامتی، عافیت، مال و دولت اور رزق میں کشادگی ہوتی ہے اولاد پوتوں نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے آبادی اور شہروں میں امن و امان اور گھروں میں محفل پاک کی برکت سے سکون وقرار رہتا ہے۔

حکایت: ابن جوزی یہ بیان کرنے کے بعد ایک نہایت ہی روح پرور اور ایمان افروز واقعہ نقل فرماتے ہیں۔

بغداد شریف میں ایک شخص ہر سال محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا اس کے پڑوس میں ایک یہودی عورت رہتی تھی جو سخت متعصب تھی ایک دن اس نے بڑے تعجب سے اپنے شوہر سے کہا ہمارے اس مسلمان پڑوسی کو کیا

ہو گیا ہے جو ہمیشہ اس مہینے میں اپنی بہت بڑی دولت اور مال و زر فقراء اور مساکین پر خرچ کر دیتا ہے اور قسم قسم کے کھانے تیار کر کے کھلاتا ہے اس کے شوہر نے کہا غالباً یہ مسلمان گمان کرتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ اس ماہ میں پیدا ہوئے اور یہ خوشی ان کی ولادت باسعادت کی وجہ سے کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ نبی ﷺ اس خوشی و مسرت سے خوش ہوتے ہیں لیکن یہودیہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا۔

جب رات ہوگئی تو وہ سوگئی ۔اس نے خواب دیکھا کہ ایک بہت نورانی شخصیت تشریف فرماہیں اور ان کے ساتھ اصحاب کی ایک بہت بڑی جماعت ہے ۔عورت نے یہ دیکھا تو بڑی متعجب ہوئی اور خواب میں ہی ایک صحابی سے پوچھا یہ شخصیت کون ہے؟ جنہیں میں تم سب لوگوں میں سے زیادہ معزز دیکھتی ہوں ۔انہوں نے فرمایا یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ۔عورت نے کہا اگر میں ان سے کچھ عرض کروں تو جواب عطا فرمائیں گے ۔صحابی نے فرمایا ہاں تو اس نے حضور نبی کریم م کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا اور قریب آ کر سلام عرض کر کے کہا یا رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ کی بندی لبیک ۔اس پر یہودی عورت رو پڑی اور کہنے لگی آپ مجھے اس طرح کیوں نواز رہے ہیں جب کہ میں آپ کے دین پر نہیں ہوں اس پر حضور پرنور ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے اس لیے جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دینے والا ہے اس نے عرض کیا میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں ۔

محفل میلاد:

پھر اس کی آنکھ کھل گئی وہ اپنے اس خواب سے بے حد مسرور اور انتہائی خوش ہوئی کہ اس نے سید الانام حضور ﷺ کی زیارت کی اور مشرف باسلام ہوئی۔ اس نے خواب ہی میں عہد کرلیا تھا کہ اگر صبح کی تو اپنا تمام مال وزر صدقہ کردوں گی اور محفل میلاد منعقد کروں گی۔ پھر جب اس نے صبح کی اور اپنا وعدہ پورا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے دیکھا اس کا شوہر بھی نہایت خوش ہے اور اپنا سارا مال قربان کرنے پر تیار ہے اس وقت اس نے شوہر سے کہا کیا بات ہے کہ میں تمہیں ایک نیک ارادے کی طرف راغب دیکھ رہی ہوں یہ کس لیے ہے؟

شوہر نے اپنی عورت سے کہا یہ سب اس ذات گرامی کے لیے ہے جس کے دست مبارک پر تم نے آج رات اسلام قبول کیا عورت نے کہا اللہ تم پر رحم فرمائے تمہیں کس نے میری باطنی حالت پر مطلع کیا اس نے کہا اس ذات کریم نے جس کے دست اقدس پر تیرے بعد میں اسلام لایا۔ عورت نے کہا اللہ تعالیٰ ہی حمد کے لائق ہے جس نے مجھے اور تجھے دین اسلام پر جمع فرمایا اور ہم دونوں کو شرک وگمراہی سے نکال کرامت محمدیہ میں داخل فرمایا۔ (الدر والمنظم، صفحہ 100)

واقعہ تبع حمیری:

تاریخ نگار لکھتے ہیں کہ حضور سید العالمین ﷺ کی دنیا میں جلوہ افروزی سے ایک ہزار سال قبل یمن کا بادشاہ ”ملک تبع حمیری“ بڑی شان وشوکت اور جاہ وجلال کا حامل تھا۔ حکمت وذہانت کی وجہ سے صدیوں ممتاز جہاں رہا۔

تبع حمیری ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک تھا جنہوں نے اس دور میں کائنات ارضی پر قبضہ جمار کھا تھا اس کے پاس لاکھوں افراد پر مشتمل بہت بڑا لشکر تھا' دربار میں دانش مندوزراء اور عقل مند مشیروں کی کثیر تعداد تھی۔ تبع حمیری ایک مرتبہ اپنے لشکر کو لیکر قاہرہ اور گرد ونواح کے علاقوں کو فتح کرنے نکلا اور پھر پے در پے فتوحات حاصل کرتے مکہ مکرمہ کے پاس پہنچ گیا۔ اہل مکہ نہ تو اس کے لشکر سے مرعوب ہوئے اور نہ اس کے سامنے آداب شاہی بجالانے کیلئے حاضر ہوئے۔ بادشاہ اس صورت حال پر غضبناک ہوا' اس کے مشیروں میں سے کسی نے بتایا ''اس شہر میں کعبۃ اللہ ہے اس کے پاسباں ہونے کے ناطے یہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے''۔

بادشاہ نے غصہ میں آ کر شہر مکہ کو تباہ و برباد اور وہاں کے باسیوں کے قتل عام کا ارادہ کرلیا' یہ ارادہ کرتے ہی اچانک بادشاہ کو پراسرار بیماری نے گھیر لیا اور اس کے ناک' منہ اور کان سے خون بہنے لگا اور بادشاہ دردسر سے بے حال ہوگیا۔ حکماء و اطباء نے بہت علاج کیا لیکن سب علاج بے سود رہے اور بیماری برقرار رہی' اس عجیب و غریب بیماری کے باعث بادشاہ قریب المرگ ہوگیا۔

بادشاہ کی بے بسی دیکھ کر ایک صاحب بصیرت شخص نے آ کر کہا میں بادشاہ کا علاج کرسکتا ہوں۔ بشرطیکہ میں جو سوال کروں اس کا مجھے درست اور صحیح جواب دیا جائے۔ بادشاہ نے اس مرد دانا کی بات مان لی اور الگ خیمہ میں چلا گیا۔ دوران گفتگو جب بادشاہ نے شہر مکہ کی مسماری اور وہاں کے باشندوں کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا تو اس عقلمند نے بادشاہ کو بتایا کہ یہی تمہاری بیماری کا اصل سبب ہے جس کی وجہ سے تم مبتلائے عذاب ہو۔ وہ بیت الحرام اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کی حفاظت خود خالق کائنات فرما رہا ہے''۔ بادشاہ نے اس دانائے راز کی بات مان لی اور اس مذموم ارادے کو ترک کردیا' اس خیال خام کے دل سے نکلتے ہی بادشاہ کی بیماری بالکل ختم

ہوگئی اور بادشاہ چنگا بھلا ہوگیا۔

بادشاہ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور اہل مکہ کو بہت بڑی ضیافت دی۔ بادشاہ نے برد یمانی اور حریر ملا کر غلاف کعبہ تیار کروایا اور کعبۃ اللہ کی تزئین و آرائش کا اہتمام کیا۔

مکہ مکرمہ سے فراغت کے بعد بادشاہ دوبارہ مہم جوئی پر نکلا اور کئی علاقے فتح کرنے کے بعد یثرب آپہنچا اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ کئی ماہ گزر جانے کے باوجود بادشاہ اہل شہر کو مطیع کرنے سے قاصر رہا۔ بادشاہ حالات کی جستجو میں تھا کئی ماہ گزرنے کی وجہ سے اہل لشکر کو کھانے کی قلت کا سامنا تھا۔

ایک روز علی الصبح بادشاہ نے خیموں کے باہر کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھیں تو بہت حیران ہوا کیونکہ لشکر کے زادراہ میں کھجوریں شامل نہ تھیں۔ بادشاہ کے سوال پر اہل لشکر نے بتایا رات کے پچھلے پہر اہل یثرب شہر کی فصیل سے کھجوروں کی بھری بوریاں باہر پھینک دیتے ہیں جنہیں ہم کھالیتے ہیں۔ بادشاہ تبع حمیری یہ سن کر بہت حیران ہوا اور کہا:

ہم نے کئی ماہ سے اس شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے باہر سے تمام ذرائع رسد کے ختم کر دیئے ہیں ہم انہیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ عجیب لوگ ہیں اپنے دشمنوں سے بھی دوستوں والا سلوک کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے اکابرین یثرب سے رابطہ کر کے انہیں بلوایا یثرب کے مستند علماء و احبار نے آ کر بادشاہ کو بتایا:

ہم دور دراز علاقوں سے آ کر یہاں آباد ہوئے کوئی خیبر سے آیا، کوئی مصر سے اور کوئی شام سے، ہم یہود ہیں ہم نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ نبی آخر الزمان یہاں تشریف فرما ہوں گے ہم یہاں رہ کر ان کی جلوہ گری کا انتظار کر رہے ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ساری صفات کے ساتھ ساتھ یہ صفت کریمانہ بھی ہے کہ وہ مہمان نواز ہوں گے۔ اس لیے ہم بھی اپنے آپ کو ان جیسی صفات میں ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تبع حمیری اہل یثرب کی باتیں سن کر بہت متاثر ہوااور رونے لگا کہ وہ پیغمبر ابھی دنیا میں تشریف فرما بھی نہیں ہوئے لیکن ان کے اوصاف کریمہ پر لوگ ابھی سے عمل پیرا ہیں۔ بادشاہ روتے ہوئے کہنے لگا کاش وہ نبی کریم ﷺ کے دور مسعود میں ہوتا تو ان پر ایمان لاکر اوران کی خدمت گزاری کے ذریعے سرخرو ہوتا۔

تبع حمیری نے امام الانبیاء کے تذکار خیر سننے کے بعد یثرب کے پورے شہر کی صفائی کرائی۔ خوبصورت اور عالیشان مکانات تعمیر کروائے اس کی خواہش تھی کہ وہ یثرب میں ہی رہے اور سید العالمین ﷺ کی جلوہ افروزی کا انتظار کرے لیکن امور سلطنت کی انجام دہی کے سلسلہ میں اسے واپس یمن لوٹنا پڑا۔

اس نے اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے چارسو علماء کو خوبصورت مکانات بنوا کر دیئے اورانہیں تمام سہولتیں مہیا کیں ان علماء میں سے ''شامول'' نامی عالم کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہواایک خط بھی دیا جس پر اپنی مہر لگا کر بادشاہ نے اسے مقفل کر دیا۔

بادشاہ نے وہ خط اس طرح لکھا:

الی محمد بن عبداللہ نبی اللہ و رسولہ خاتم النبیین و رسول رب العالمین ﷺ من تبع الاول:

شهدت علی احمد انه
رسول الله باری النسم
فلو مد عمری الی عمره
لکنت وزیرا له وابن عم

اما بعد آمنت بك و بكتابك الذی ینزل علیك، وانا علی دینك و سنتك، و آمنت بربك و رب كل شئی، و آمنت بكل ماجاء من ربك من شرائع الاسلام، فان ادركتك فیها و

نعمت، وان لم ادرکك فاشفع لی، ولاتنسی، یوم القیامة، فانی من امتك الاولین، و بایعتك قبل مجیك، و انا علی ملتك، وملة ابراهیم علیه السلام۔ (تفسیر صادی جلد 5 صفحہ 261)

یہ خط تبع اول کی طرف سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب جو حضرت عبداللہ کے بیٹے خاتم النبیین اور رسول رب العالمین ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ اگر میری عمر ان کے زمانہ تک پہنچتی تو میں ضرور ان کا معین ومددگار ہوتا۔

امابعد! میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا جو آپ پر نازل کی گئی، میں آپ کے دین اور آپ کی سنت پر ہوں، میں اللہ پر ایمان لایا جو آپ کا اور ہر شے کا رب ہے، اور میں ایمان لایا اس پر جو آپ کے رب کی طرف سے اسلام اور شریعت نازل کی گئی۔ اگر میں نے آپ کو پالیا تو میں نے بڑی نعمت حاصل کرلی اور اگر میں آپ کے دیدار سے مشرف نہ ہوسکا تو بروز قیامت میری شفاعت فرمایئے گا، للہ اس دن مجھے مت بھولئے گا، میں آپ کی اولین امت میں سے ہوں، آپ کی تشریف آوری سے قبل میں نے آپ کے دین کو قبول کیا۔ میں آپ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔

پھر بادشاہ نے ''شامول'' کو تاکید کی اگر تمہیں خاتم النبیین کا دیدار پرانوار نصیب ہو تو یہ خط بصد احترام ان کی خدمت اقدس میں پیش کردینا اور اگر یہ سعادت تمہیں میسر نہ ہو اپنی اولاد کو یہ وصیت کرنا کہ جب رہبر کامل، ہادی اکمل سید الانبیاء کی تشریف آوری ہو انہیں یہ خط پہنچا دیا جائے۔

یہ خط نسل درنسل چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پہنچا۔ آپ شامول کی اکیسویں پشت میں سے تھے۔ جب امام الانبیاء مدینہ طیبہ

جلوہ افروز ہوئے تو حضرت ابوایوب انصاری نے وہ مکتوب گرامی ایک شخص کے ہاتھ آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔

حضور سید العالمین ﷺ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا! تو ابویعلی ہے؟ اور تبع حمیری کا خط تیرے پاس ہے؟

یہ الفاظ سن کر ابویعلی حیران و ششدر رہ گئے کہ اس سے پہلے حضور سید العالمین ﷺ سے ان کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے وہ خط امام الانبیاء ﷺ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔ حضور سید العالمین ﷺ کی بارگاہ میں جب خط پڑھا گیا تو آپ نے تبع حمیری کے ایمان کو قبول فرمایا اور یہ جملہ ارشاد فرمایا:

مرحبا یا اخی الصالح　　　اے صالح بھائی مرحبا

اس واقعہ سے میلاد النبی ﷺ کی برکات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے حضور سید العالمین ﷺ کی جلوہ افروزی سے ہزار سال قبل آپ کی جلوہ افروزی کا جشن منایا اور آپ کی ولادت باسعادت کے ذکر خیر سے اپنے قلب کو سکون مہیا کیا۔ حضور سید العالمین ﷺ اس شخص سے اتنے خوش ہوئے اور اسے بے شمار سعادتیں حاصل ہوئیں تو جو شخص نبی کریم ﷺ کی امت میں سے ہو آپ کا کلمہ پڑھتا ہو جب وہ آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کی ولادت با سعادت کے تذکرے کرے گا اور اپنے آقا و مولیٰ کے تذکار خیر سے اپنے دل و دماغ میں فرحت محسوس کرے گا تو امام الانبیاء ﷺ کتنے خوش ہوں گے اور اسے میلاد النبی ﷺ کے تذکرہ سے کتنی برکات حاصل ہوں گی۔ خوش بخت ہے وہ شخص جس نے امام الانبیاء ﷺ کی محبت کو حرز جاں بنایا اور اسوہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی میں اپنی زندگی گزاری۔

واقعہ ابولہب :

ابولہب کی ایک لونڈی ثویبہ نے جب ابولہب کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوش خبری سنائی تو اس نے اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اجر سے نوازا۔ امام بخاری اپنی کتاب بخاری شریف میں اس واقعہ کو یوں نقل فرماتے ہیں:

فلما مات ابولهب اريه بعض اهله بشر حيبة قال له' ماذا لقيت قال ابولهب لم الق بعد كم غير انى سقيت فى هذا بعتاقتى ثويبة۔ (بخاری جلد 2' صفحہ 764)

جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض اہل کو خواب میں اسے بدترین حالت میں دکھایا گیا انہوں نے ابولہب سے پوچھا کیا ملا؟ تو ابولہب نے کہا تمہارے بعد مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی سوائے اس کے کہ اس انگلی کے ذریعے مجھے پلایا جاتا ہے ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے۔

اس حدیث پر کچھ لوگ اعتراض وارد کرتے ہیں ان کا جواب بھی ضروری ہے۔

اعتراض: ابولہب کافر تھا اور کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی کیونکہ قرآن حکیم میں ہے۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ۔

جواب: اس اعتراض کے جواب میں محدثین نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ ان میں سے بہتر قول حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام قرطبی کے حوالے سے نقل فرمایا:

قال القرطبى هذا التخفيف خاص بهذا و بمن ورد النص فيه و يقال ابن منير فى الحاشية هنا قضيتان احداهما محال و هى اعتبار طاعة الكافر مع كفره لان

نشرۃ الطاعۃ ان تقع بقصد صحیح و ھذا مقصود من الکافر الثانیۃ اثابۃ الکافر علی بعض الاعمال تفضل من اللہ تعالیٰ و ھذا لا یحیل العقل فاذا تقرر ذلک لم عتق ابی لھب لثویبۃ قربۃ و یجوز ان یتفضل اللہ علیہ بما شاء (فتح الباری جلد 9 صفحہ 19)

امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی۔

ابن منیر نے حاشیہ میں لکھا یہاں دو قضیے ہیں۔ایک تو محال ہے وہ یہ ہے کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی اطاعت (نیکی) کا اعتبار کیا جائے محال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ طاعت کا معتبر ہونا قصد صحیح کی شرط کے ساتھ مشروط ہے اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی عمل پر بطور تفضل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں۔جب دونوں باتیں ثابت ہوگئیں تو جاننا چاہیئے کہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا طاعت معتبرہ نہ تھی اور اس کے عمل پر اللہ تعالیٰ کچھ فضل و احسان فرمادے تو یہ ممکن ہے۔

اعتراض: غیر مسلم کا خواب حجت نہیں ہوتا کہ اس پر یقین کرلیا جائے۔

جواب: ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے کسی حقیقت واقعہ پر روشنی نہ پڑ سکے اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو۔

غیر مسلم کے خواب کا فی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا تو قرآن حکیم سے ثابت ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو قیدی جو کافر تھے

انہوں نے خواب دیکھا، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیر بیان فرمائی اور وہ بالکل صحیح اور سچی ثابت ہوئی۔ ان دونوں کے کفر کی دلیل یہ ہے کہ خواب سننے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں توحید اور ایمان کی دعوت دی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب سے بطور استنباط اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں جب ابولہب جیسے کافر کو صلہ ملتا ہے تو مومن بطریق اولیٰ ولادت باسعادت پر اظہار مسرت کے ذریعے خالق کائنات کے فضل و احسان کا مستحق ٹھہرے گا۔

امام عسقلانی ابن جزری کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں۔

فاذا کان ھذا الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم به فما حال المسلم الموحد من امته علیه السلام یسر بمولده، ویبذل ماتصل الیه قدرته فی محبته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعمری انما یکون جزاءه من الله الکریم ان یدخله بفضله العمیم جنات النعیم۔ (زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 261)

جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے (یعنی عذاب میں تخفیف ہوتی ہے) جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا تو اس مومن مسلمان کا کیا حال ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنی قدرت و طاقت کے موافق مال خرچ کرتا ہے قسم ہے میری عمر کی اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مومن کو اپنے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل فرمائے گا۔

اعتراض: ابولہب کو اجر کیسے ملا حالانکہ کسی کافر کو اس کے عمل خیر پر کوئی اجر نہیں ملے گا،

جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔ وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ (الفرقان:23)

جواب: ابولہب کو اس عمل خیر پر اجر ابولہب کے ذاتی فعل پر نہیں ملا۔ کیونکہ کافر کے کسی عمل کی کوئی حیثیت نہیں کہ پہلے ایمان شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ابولہب پر یہ فضل و احسان، امام الانبیاء ﷺ کے اجلال و اکرام کی وجہ سے ہے اور نسبت مصطفیٰ کریم ﷺ کی برکت ہے۔ ابولہب پر یہ احسان حضور سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ جس طرح حضور سید العالمین ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گواہی سے خوش ہو کر اکیلے کی گواہی کو دو کے برابر قرار دیا اسی طرح سرکار مدینہ ﷺ کی ولادت مبارک کی خوشی منانے سے ابولہب کو اجر ملا۔
جب ابولہب جیسے بدترین کافر کو حضور کی ولادت باسعادت کی خوشی میں اجر ملا تو اس مومن کے اجر کا اندازہ کون کر سکتا ہے جو صدق نیت سے حضور کے میلاد کی خوشی کرے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص میلاد نہیں مناتا اور میلاد مصطفیٰ پر غمگین ہوتا ہے تو اس کے لیے ابن سید الناس کا قول کافی ہے:

ان ابلیس رن اربع رنات رنۃ حین لعن و رنۃ حین اھبط و رنۃ حین ولد النبی ﷺ و رنۃ حین انزلت فاتحۃ الکتاب (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 1 صفحہ 150)

ابلیس زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا۔ پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے پستی میں گرایا گیا۔ تیسری مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ چوتھی مرتبہ جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

محافل میلاد چند اصلاح طلب پہلو:

✶ محفل میلاد منعقد کرنے والے احباب کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہئے کہ

دوسرے لوگ تکلیف اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوں مثلاً بلاوجہ صرف اپنی دھاک بٹھانے کیلئے راستہ بند کر دینا وغیرہ۔ میلاد شریف کے سنجیدہ اور اصل مقاصد و فوائد کو متاثر کرنے والے نئے نئے کاموں کے اضافہ سے گریز کیا جائے جیسے کیک کے اہتمام کا بڑھتا رجحان وغیرہ ورنہ یہ اضافے آئندہ دنوں میں لازمی حیثیت اختیار کر جائیں گے اور ان کی روک تھام مشکل ہو جائے گی۔

✷ محفل میلاد میں تمام تر توجہ اخلاص، للہیت، خشیت الٰہی، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت پر مرکوز ہونی چاہئے تاکہ نمود و نمائش سے بچا جاسکے۔

✷ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حتیٰ الوسع داڑھی منڈے، پیشہ ور نعت خوانوں اور جاہل واعظین سے مبرا رکھنے کی کوشش کی جائے، غیر محتاط، غیر سنجیدہ، جاہل شعراء کے کلام سے پرہیز کیا جائے، عامیانہ نعرے بازی سے بچا جائے، مستند علماء اہلسنت کے بیانات کروائے جائیں اور محفل پاک میں صرف محفل میلاد کے جواز و استحباب پر خطاب کی بجائے کثیر افراد کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اخلاق حسنہ، آپ کے نظام سیاست و معیشت، آپ کے جہاد بالسیف، علم دین کی اہمیت، تحفظ ناموس رسالت و ختم نبوت اور دیگر اہم اسلامی عنوانات پر تقاریر کروائی جائیں تاکہ یہ محافل اسلامی فلاحی معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرسکیں۔

✷ محافل میلاد میں اپنے اسلاف اور اکابر اہلسنت کی تصنیفات شائع کر کے زیادہ سے زیادہ تقسیم کی جائیں، تاکہ لوگوں کے اذہان وقلوب سے شکوک و شبہات ختم ہوں اور ان کے دلوں میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع فزوں تر ہو۔

✷ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی منانے کا بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ مدارس اہلسنت کی

ترقی کیلئے کوشش و کاوش کی جائے اور طلباء کی مشکلات کم کرنے کیلئے انہیں مالی معاونت فراہم کی جائے۔

* جلوس میلادالنبی ﷺ کا منظم انداز میں اہتمام کیا جائے' بے ہنگم غیر منظم طریقوں سے پرہیز کیا جائے' جلوس کے راستوں پر ضروری ٹریفک اور ایمبولینسز کی روانی برقرار رکھی جائے اور مختلف جگہوں پر مناسب انتظام کر کے علماء اہلسنت کے بیانات سے لوگوں کے دلوں میں حب رسول ﷺ کا جذبہ پیدا کیا جائے اور منتظمین جلوس اسلامی وقار کو ہر حال میں ملحوظ رکھیں۔
* محفل میلاد اور جلوس میلاد میں بے پردہ عورتوں کا آنا سخت حرام ہے۔اسی طرح ناچ گانا' ہلڑ بازی' یہ سب چیزیں ناجائز ہیں اس طرح کے منکرات اور غیر شرعی کاموں سے محافل میلاد اور جلوس عید میلادالنبی ﷺ کو پاک رکھنا ازحد ضروری ہے۔
* ماہ میلادالنبی میں علمی وفکری اصلاح کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک کی طرح غرباء و مستحقین کی مالی امداد کا بھی اہتمام کیا جائے' اس سے مقاصد سیرت سید عالم ﷺ کے ساتھ ساتھ میلادالنبی کی اہمیت اور پذیرائی کا دائرہ وسیع ہوگا اور جو لوگ ماہ ربیع الاول میں غرباء کا سہارا لیکر محافل عید میلادالنبی ﷺ پر باقاعدہ منظم تنقید کرتے ہیں ان کا راستہ مسدود ہوجائے گا۔

جمہور مسلمانوں کا عمل:

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جید ائمہ کرام' فقہائے امت اور مشائخ عظام نے نہ صرف جشن میلادالنبی ﷺ کے جواز کا فتویٰ دیا بلکہ وہ عید میلادالنبی ﷺ کی محافل میں شریک ہوکر اس کے برکات وانوار سے فیض یاب ہوتے رہے اور عام مسلمانوں کا بھی یہی معمول ہے کہ وہ ربیع الاول کے مقدس مہینے میں سرکار کی ولادت

باسعادت کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے ہیں مختلف قسم کے صدقات اور عطیات کر کے نیکیاں جمع کرتے ہیں۔

حضور نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار

تم سواد اعظم کی پیروی کرو جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

شروع سے لے کر آج تک مسلمان اپنے آقا و مولیٰ حضور سید عالم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے کو مستحسن عمل تصور کرتے ہیں اور اسی میں آخرت کی کامیابی ہے جو مسلمانوں سے علیحدہ ہوا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

آخری گزارش:

مخالفین میلاد سے آخری گزارش یہ ہے کہ امت پہلے ہی افتراق و انتشار کا شکار ہے اگر آپ کے ہاں خلفائے راشدین کے دن منانا' ان پر چھٹی کرنا اور اپنے مدارس کی تمام تقریبات وغیرہ جائز ہیں تو حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنے میں کونسی قباحت ہے اور اگر اس بدامنی اور بے چینی کے دور میں کوئی اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی پاکیزہ یادوں کو سہارا بناتا ہے تو آپ اس پر ناراض کیوں ہوتے ہیں اور محافل میلاد منعقد کرنے والے بھی یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ایسی محافل کو غیر شرعی حرکات سے محفوظ رکھیں۔ تقریبات میں بدنظمی کی بجائے وقار کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ ایسی محافل میں باوضو شریک ہوں۔ بھنگڑا' رقص اور گانے باجے سے اجتناب کر کے محفل کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع میں زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

تمت بالخیر